COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

نیا مکتبہ اقرأ

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

دیوی روشنک کے اژدہا

اے حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

قیمت: ۷/۵۰ روپے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

بار اوّل —— ۱۹۸۳ء
ناشر: نیا مکتبہ اقراء ۲۰ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع: الفرید پرنٹرز، لاہور

پیارے دوستو!

عنبر نے انگوٹھی کے نگینے میں داخل ہونے کے بعد آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتا ہے
کہ وہ اسی پُراسرار نیم روشن دھندلی گلی میں ہے جو اس نے نگینے کی سکرین پر دیکھی تھی۔
ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ دھند پھیلی ہوئی تھی۔ سردی بہت زیادہ تھی اور رات
کی تاریکی میں گلی ویران اور سنسان تھی۔ عنبر نے اس گلی میں ایک عورت کو چیخ مار
کر بھاگتے دیکھا تھا اور پھر ایک پراسرار عجیب شے کو اس عورت کا پیچھا کرتے
دیکھا تھا۔ وہ ان کی تلاش میں آگے چلا تو ایک پل آگیا جس کے نیچے نالہ
بہہ رہا تھا۔ عنبر نالے میں اُتر گیا۔ آگے اندھیرے میں ایک چھوٹا سا فٹ پاتھ
نظر آیا۔ اس کے بعد عنبر کو کیا دکھائی دیا۔ وہ پُراسرار سایہ اور عجیب و غریب
شکل والا سایہ کس کا تھا؟ وہ عورت کون تھی جو چیخ مار کر دھندلی سرد ویران گلی
میں بھاگ کر گم ہو گئی تھی۔؟ آپ جلدی سے ورق الٹ کر پڑھنا شروع کریں
سب راز آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

آپ کا دوست

اے حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ترتیب

- دھندلی گلی، پراسرار پاؤں
- ویران علاقہ، وحشی قاتل
- عنبر کی لاش پھینک دو
- زہریلے سانپوں سے بھرا ہوا گڑھا
- دیوی روشنک کے اژدہا

دھندلی گلی، پُراسرار پاؤں

عنبر کچھ دور تک گلی میں گیا۔

آگے ایک چھوٹا سا پل آگیا جس کے نیچے ایک برساتی نالہ بہہ رہا تھا۔ ہلکی بوندا باندی اور سردیوں کی دھند میں پُل ویران تھا۔ عنبر کو یہاں نہ وہ لڑکی نظر آئی جو اسے انگوٹھی کے نگینے میں چیخ مار کر بھاگتی دکھائی دی تھی اور نہ وہ پُراسرار عجیب سی شے ہی نظر آئی جو اس لڑکی کا پیچھا کر رہی تھی۔ یہ سارا خوف ناک منظر اس نے اپنی چاندی کی انگوٹھی کے سرخ نگینے میں اسے چاندنی رات میں رگڑنے کے بعد دیکھا تھا۔ یہ انگوٹھی اسے اس انگریز عورت نے دی تھی جسے عنبر نے ۱۸۵۷ء کے غدر کے زمانے میں بلوہ کرنے والوں سے بچایا تھا۔ انگریز عورت نے کہا تھا کہ چاندنی رات میں اس انگوٹھی کو ہاتھ سے رگڑنا پھر تمہیں اس میں عجیب منظر دکھائی دیں گے جب چاند نکلا تو عنبر نے اس خیال سے انگوٹھی کے نگینے کو رگڑا کہ شاید اس میں سے ناگ ماریا اور کیٹی نظر آ جائیں لیکن اس کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بجائے اس نے انیسویں صدی کے لندن کی ایک ہلکی بارش اور دھند میں ڈوبی ہوئی ٹھنڈی اور ویران گلی دیکھی۔ گلی کے کونے میں کھمبے پر گیس کا لیمپ روشن تھا۔ پھر اس نے ایک لیبارٹری دیکھی جس میں سفید بالوں والا ایک ادھیڑ عمر کا سائنس دان شیشے کے مرتبانوں اور صراحیوں کے پاس کھڑا کتاب میں سے کچھ پڑھ کر سپرٹ لیمپ کے اوپر اُبلتے سبز رنگ کے سیال میں دوائی کے چند قطرے ٹپکا رہا تھا۔ پھر اس سائنس دان نے ایک چھوٹے گلاس میں گرتی قطرہ قطرہ دوائی کو پی لیا اور دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ کر لیبارٹری سے نکل گیا۔

انگوٹھی پر منظر ایک بار ٹیلی ویژن کی طرح پھر بدلا اور عنبر نے پھر وہی سرد ویران گلی دیکھی کھمبے والے گیس لیمپ کے نیچے دھند اور بارش میں ایک انگریز لڑکی پرانے زمانے کے لباس میں چیخ مار کر بھاگتی ہوئی گذر گئی۔ اس کے بعد ایک عجیب سا پُر اسرار آدمی جس کی شکل پوری طرح نظر نہیں آ رہی تھی اس کے پیچھے بھاگا۔ عنبر حیران تھا کہ انیسویں صدی کے لندن کا منظر اس کی انگوٹھی کے نگینے میں کیسے آ گیا۔ اس نے دل میں کہا کاش مجھے معلوم ہو سکتا کہ یہ عجیب و غریب شے جو لڑکی کا تعاقب کر رہی تھی کون تھی؟

اسی وقت عنبر کی آنکھیں اپنے آپ بند ہو گئیں۔ اس نے آنکھیں کھولنے کی لاکھ کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا پھر جیسے کسی نے اسے زمین پر سے ہوا میں اچھال دیا اور جب وہ دوبارہ زمین پر واپس آیا تو اس کی آنکھیں اپنے آپ کھل گئیں اور اس نے دیکھا کہ وہ اسی گلی میں کھڑا ہے جو اسے انگوٹھی کے نگینے میں نظر آئی تھی۔ سمجھ گیا کہ وہ انیسویں صدی کے لندن میں آ گیا ہے۔ وہ گلی میں اس طرف گیا جدھر پہلے لڑکی اور اس کے بعد پر اسرار آدمی گیا تھا۔ مگر آگے جا کر اسے دونوں میں سے کوئی دکھائی نہ دیا۔

عنبر پل پر جا کر نیچے نالے میں دیکھنے لگا۔ نالے میں کھمبے والے گیس کے لیمپ کی روشنی پڑ رہی تھی اور بارش کا پانی بہہ رہا تھا۔ ہلکی بارش کی آواز میں سردیوں کی وہ رات بے حد سنسان اور دہشت ناک لگ رہی تھی۔ عنبر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہاں جائے اور کیا کرے اگرچہ اسے سردی نہیں لگ رہی تھی۔ پھر بھی سرد رات کی بارش میں ویران گلی کے پل پر وہ کب تک کھڑا رہ سکتا تھا۔ دور اسے کسی کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دی اور پھر وہی بھیانک خاموشی چھا گئی جس میں ہلکی بارش کی آواز کے سوا اور کوئی آواز نہیں تھی۔ اچانک یوں لگا جیسے کوئی شے نیچے برساتی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نالے کے پانی میں گری ہو۔

عنبر نے جھک کر نیچے دیکھا پھر وہ پل کی ڈھلان سے اُتر کر نالے کے کنارے آ گیا۔ یہاں کیچڑ میں انسانی پاؤں کے نشان بنے تھے جو نالے کے فٹ پاتھ کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ عنبر ان کے سراغ میں آگے بڑھا۔ برساتی نالہ پل کے نیچے سے گذر کر آگے ایک پختہ سڑک اور محلے کے مکانوں کے نیچے آ گیا تھا۔ اس کے ساتھ پتھروں کا ایک فٹ پاتھ بنا ہوا تھا۔ چھت زیادہ اونچی نہیں تھی اور عنبر کو جھک کر چلنا پڑ رہا تھا۔ چند قدم چلنے کے بعد عنبر نے غور سے دیکھا کہ انسانی پاؤں کے نشان ایک تنگ راستے کی طرف مڑ گئے تھے۔ یہ راستہ برساتی نالے سے الگ ہو کر آگے ایک ایک چھوٹے محرابی دروازے تک جا کر بند ہو گیا تھا۔ انسانی پاؤں کے نشان بھی یہاں آ کر ختم ہو گئے تھے۔ صاف لگتا تھا کہ کوئی انسان یہاں سے اندر چلا گیا ہے

عنبر زمین پر بیٹھ گیا اور یہ دیکھنے کی کوشش کرنے لگا کہ انسانی پاؤں کے نشان کس قسم کے ہیں۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ چھ انگلیوں والے ننگے پاؤں کے نشان تھے۔ پاؤں کے نشان سے ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ کسی انسان کے پیر نہیں ہیں بلکہ کسی انسان نما جانور کے پاؤں کے نشان ہیں۔ دونوں

پاؤں کی چھ چھ انگلیاں تھیں۔ عنبر ابھی غور ہی کر رہا تھا کہ اچانک کسی عورت کی چیخ بلند ہوئی۔

چیخ کی آواز مکان کے اندر کسی بند کمرے سے نکلتی محسوس ہوئی تھی۔ عنبر نے دروازے کو ذرا سا دھکا دیا۔ دروازہ کھل گیا۔ اندر تاریکی تھی۔ مگر عنبر کو اس تاریکی میں بھی ڈیوڑھی میں بائیں جانب سیڑھیاں نیچے اترتی نظر آئیں۔ وہ جلدی جلدی سیڑھیاں اُتر کر نیچے ایک ٹھنڈے برآمدے میں آ گیا۔ یہاں دیوار میں ایک کھڑکی میں سے روشنی آ رہی تھی۔ عنبر لپک کر اس کھڑکی کے پاس گیا اور پردہ ذرا سا ہٹا کر اندر دیکھا۔

اندر ایک سجا سجایا چھوٹا سا کمرہ تھا۔ پلنگ بچھا تھا۔ ایک خوب صورت جوان لڑکی قالین پر بے ہوش پڑی تھی اور ایک سیاہ بالوں والا وحشی گوریلا ہاتھ میں چمڑے کا ہنٹر لیے لیے آہستہ آہستہ خرخر کرتے اسے گھما رہا تھا۔ پھر اس نے ہنٹر زور سے بے ہوش عورت کے جسم پر مارا۔ عورت کے منہ سے ایک ہلکی سی آہ کی آواز نکلی۔ گوریلا اچھل کر پرے ہٹ گیا اور دوسری بار پھر ہنٹر مارا۔ عورت کو ہوش آ گیا۔ وہ چیخ مار کر اٹھی اور کمرے میں پلنگ کے پیچھے جا کر چھپ گئی۔ گوریلا بھی اب چیخنے اور چلانے لگا۔ عنبر نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

دیکھا کہ کھڑکی میں لوہے کی سلاخیں لگی تھیں۔ اس نے زور سے سلاخوں پر ہاتھ مارا۔ ایک سلاخ ٹوٹ کر کمرے میں گر پڑی۔ گوریلے نے پلٹ کر کھڑکی کی طرف دیکھا۔ عنبر نے دوسرا ہاتھ مار کر باقی سلاخیں بھی توڑ ڈالیں اور کھڑکی میں سے کود کر اندر کمرے میں چھلانگ لگا دی۔

گوریلا ہنٹر لے کر اس کی طرف بڑھا۔ اس کی سرخ آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اس نے عنبر پر حملہ کر دیا۔ عنبر نے ہنٹر کو پکڑ کر گوریلے کو زور سے ایک جھٹکا دیا۔ گوریلا لڑھکنیاں کھاتا گرا اور دیوار سے جا ٹکرایا۔ عنبر آگے بڑھا تو گوریلا چیخ مار کر کمرے کے پچھلے دروازے سے باہر نکل گیا۔ عنبر دروازے کی طرف بھاگا۔ وہاں آگے سیڑھیاں تھیں۔ یہ پتھر کی پرانی سیڑھیاں تھیں۔ عنبر انہیں پھلانگتا ہوا اوپر گیا۔ یہاں بھی ایک کھڑکی تھی۔ اس نے جھانک کر دیکھا۔ نیچے وہی برساتی نالہ بہہ رہا تھا اور بارش ہو رہی تھی۔ عنبر نے اندھیرے میں دیکھا کہ گوریلا نالے کے پانی میں سے شڑاپ شڑاپ گذر کر دوسری طرف سڑک کے اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

عنبر واپس کمرے میں مظلوم لڑکی کے پاس آگیا۔

یہ خوب صورت لڑکی بستر پر بے سُدھ پڑی تھی۔ اس کا

لباس پھٹا ہوا تھا اور جسم پر کوڑے کے نشان تھے۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور خوف اور درد کے مارے اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ وہ عنبر کو دیکھ کر حیران ہو رہی تھی کہ وہ وہاں کیسے آگیا۔ عنبر نے اسے تسلّی دی۔ جگ میں سے پانی نکال کر پلایا اور پلنگ پر آرام سے ٹیک لگوا کر بٹھا دیا۔ پھر اس سے پوچھا کہ یہ گوریلا کہاں سے آگیا تھا؟ لڑکی کی آنکھوں میں آنسو تھے کہنے لگی:

"میں دو مہینوں سے یہاں قید ہوں۔ اس گوریلے نے مجھے یہاں قید کر رکھا ہے۔ یہ ہر رات آدھی رات کے بعد آتا ہے اور مجھے کوڑوں سے مار کر چلا جاتا ہے۔"

عنبر نے پوچھا:

"کیا تمہارے ماں باپ نہیں ہیں؟"

لڑکی نے کہا:

"میں ایک یتیم لڑکی ہوں۔ میرا نام مارتھا ہے۔ میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ میں ڈاکٹر والڈن کی لیبارٹری میں کام کرتی تھی۔ ایک رات میں ڈاکٹر کے کہنے پر دیر تک کام کرتی رہی۔ میں ایک ہوسٹل میں رہتی تھی۔ آدھی رات کو جب میں لیبارٹری سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نکل کر ہوسٹل کی طرف جا رہی تھی تو ایک سنسان
گلی میں اچانک ایک طرف سے اس گوریلے نے
نکل کر مجھے دبوچ لیا۔ میں بے ہوش ہو گئی۔ جب
ہوش آیا تو اس کمرے میں قید تھی۔ تب سے لے
کر اب تک یہ دکھ جھیل رہی ہوں۔"

اور لڑکی مارتھا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی:

عنبر نے کہا:

"مارتھا! گھبراؤ نہیں۔ تمہاری مصیبت کے دن کٹ
گئے ہیں۔ اب وہ گوریلا تمہیں تنگ نہیں کریگا۔
تم میرے ساتھ چلو۔"

لڑکی نے ہاتھ جوڑ کر کہا:

"نہیں نہیں خدا کے لیے مجھے یہاں سے نہ نکالو۔ وہ
بڑا طاقتور ہے۔ وہ تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

عنبر نے کہا:

"یہ سب کچھ میں دیکھ لوں گا۔ تم میرے ساتھ یہاں
سے چلو۔"

عنبر نے لڑکی کو اٹھا کر کھڑکی میں سے باہر نکالا اور
برساتی نالے کے نٹ پاتھ پر سے ہو کر گلی والے پل پر
آ گیا۔ اس نے لڑکی کے کندھوں پر گرم کوٹ ڈال دیا تھا۔

پھر بھی وہ سردی سے ٹھٹھر رہی تھی۔ عنبر نہیں جانتا تھا کہ
وہ اس لڑکی کو کہاں لے کر جائے۔ کیوں کہ وہ خود اس
شہر میں اکیلا اور اجنبی تھا۔

اُس نے لڑکی سے پوچھا:

"مارتھا! کیا اس شہر میں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں
تم آج کی رات بسر کر سکو؟"

مارتھا بولی:

"ہاں — یہاں سے تھوڑی دور اولڈ فورٹ کے
علاقے میں میری ایک سہیلی اپنے فلیٹ میں
اکیلی رہتی ہے۔ میں اس کے پاس جا سکتی ہوں۔"

پھر وہ گھبرا کر بولی:

"لیکن مجھے اکیلا نہ چھوڑنا۔ وہ گوریلا وہاں بھی آ جائیگا۔"

عنبر نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

"گھبراؤ نہیں میری بہن! میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔"

اتنے میں ایک گھوڑا گاڑی بارش اور دھند میں کلوپ کلوپ
کی آواز کے ساتھ آئی۔

عنبر نے اسے آواز دے کر روک لیا:

"اولڈ فورٹ!"

اور وہ مارتھا کے ساتھ گھوڑا گاڑی کے بند کیبن میں بیٹھ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گیا۔ کیبن گرم تھا۔ عنبر نے مارتھا سے پوچھا کہ اس کے پاس کرایہ دینے کے لیے پیسے ہوں گے؟

اُس نے کہا:

"ہاں — میرے بٹوے میں ایک پونڈ ہے۔"

مارتھا کوچوان کو راستہ بتاتی گئی۔ آخر گھوڑا گاڑی ایک پرانی قسم کی ڈھلانی چھت والی دو منزلہ عمارت کے آگے جاکر رُک گئی۔ کوچوان کو کرایہ ادا کر کے مارتھا نے عنبر کو ساتھ لیا اور بلڈنگ کی دوسری منزل پر کمرہ نمبر سات میں آکر دستک دی۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔ دستک کی آواز کے ساتھ اندر کسی نے موم بتی روشن کی اور پھر دروازہ کھلا اور ایک سنہری بالوں والی لڑکی سونے کے لباس میں نمودار ہوئی۔

مارتھا اس سے لپٹ گئی۔

"مریانہ!"

یہ مارتھا کی اس سہیلی کا نام تھا۔

"مارتھا! میرے خدا! تم اتنے دن کہاں غائب تھیں؟

یہ تمہارا کیا حال ہو گیا ہے؟"

عنبر نے کہا:

"مریانہ بہن! مارتھا کو اس وقت آرام کی ضرورت ہے۔ صبح بات ہوگی۔ اور ہاں — میں اس کمرے کے

صوفے پہ سو جاؤں گا۔"

"او کے۔"

اور مریانہ، مارتھا کو بیڈروم میں لے گئی۔ اس نے اس کے کپڑے تبدیل کیے۔ گرم گرم دودھ پلایا۔ کوڑے کے نشانوں پر مرہم لگایا اور حیران ہوئی کہ مارتھا کا یہ حال کیسے ہوگیا۔ مارتھا کا درد، تھکن، خوف اور کمزوری سے بُرا حال ہو رہا تھا۔ وہ گرم بستر پر گرتے ہی سو گئی۔ مریانہ نے اس کے اوپر لحاف دے دیا اور ڈرائنگ روم میں آکر عنبر سے پوچھا:

"آپ کون ہیں اور مارتھا کو کہاں سے لائے ہیں؟"

عنبر نے سارا واقعہ بیان کیا۔ مریانہ دنگ رہ گئی کہ کیا شہر میں کوئی گوریلا بھی آدھی رات کو لڑکیوں کو اغوا کر سکتا ہے؟ عنبر نے کہا:

"یہ سب کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے میڈم!"

مریانہ نے عنبر سے پوچھا:

"آپ انڈین ہیں کیا؟"

عنبر نے کہا:

"نہیں۔ میں مصر کا رہنے والا ہوں اور یہاں لندن میں — لندن میں نوکری کر کے روزی کمانے آیا ہوا ہوں مگر ابھی تک کہیں کام نہیں ملا۔ رات

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کو گھوم رہا تھا کہ یہ واقعہ پیش آگیا۔"

مریانہ نے کہا:

"آپ آرام کریں۔ صبح پولیس کو اطلاع دی جائے گی۔"

دوسرے روز مارتھا کو وکٹوریہ ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ پولیس کو خبر کر دی گئی۔ اخباروں میں اس کی اور عنبر کی تصویریں چھپ گئیں۔ لیباٹری کا ڈاکٹر والڈن جس کے پاس مارتھا ملازم تھی ہسپتال مارتھا کی خبر لینے آیا۔ اسے دیکھتے ہی عنبر نے فوراً پہچان لیا۔ یہ وہی سفید بالوں والا ادھیڑ عمر کا ڈاکٹر تھا جس کو عنبر نے اپنی انگوٹھی کے نگینے میں دیکھا تھا کہ لیباٹری میں کسی کتاب کو کھولے دوا کے قطرے شیشے کی صراحی میں ٹپکا رہا ہے اور پھر سبز دوائی کا گلاس پی کر باہر نکل رہا ہے۔ عنبر نے کوئی خیال نہ کیا۔ کیوں کہ وہ انگوٹھی میں کسی کو بھی دیکھ سکتا تھا۔ ڈاکٹر والڈن اپنے ساتھ پھولوں کا گلدستہ لایا تھا۔ اس نے مارتھا کا بڑی شفقت سے ماتھا چوما اور کہا:

"میری پیاری بچی! تمہارے ساتھ بڑا ظلم ہوا ہے۔ مجھے اس کا بے حد دکھ ہے۔ فکر نہ کرو۔ پولیس اس گوریلے کی تلاش میں ہے جو شاید چڑیا گھر سے نکل بھاگا تھا۔"

عنبر نے کہا:

"مگر ڈاکٹر یہ گوریلا تو ہر رات مارتھا کو آکر مارتا تھا۔"

ڈاکٹر نے گہری نظروں سے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا:

"یہی بات تو سمجھ میں نہیں آتی۔ بیٹا تم کون ہو؟"

مارتھا نے آہستہ سے کہا:

"ڈاکٹر! ان کا نام عنبر ہے۔ انہوں نے ہی مجھے اس ظالم گوریلے سے نجات دلائی ہے۔"

"اوہ آئی سی!" ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا:

"پھر تو تم بہت بہادر نوجوان ہو۔ کیا تم جاپانی ہو؟"

"نہیں سر!" عنبر بولا۔ "میں مصر کا رہنے والا ہوں۔"

ڈاکٹر نے عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"تم ایک بہادر نوجوان ہو۔"

پھر اس نے ہسپتال کے ڈاکٹر سے جو وہیں کھڑا تھا کہا:

"ڈاکٹر جوزف! کیا خیال ہے مارتھا کب تک اپنی ڈیوٹی پر واپس جا سکے گی؟"

ڈاکٹر جوزف بولا:

"میرا خیال ہے اسے ایک ہفتہ مکمل آرام کی ضرورت ہے۔"

مارتھا بولی:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"ڈاکٹر والڈن! مجھے ڈر لگتا ہے۔ کہیں وہ گوریلا مجھے پھر نہ اٹھا کر لے جائے۔"

ڈاکٹر والڈن مسکرایا اور مارتھا کے گال تھپتھپا کر بولا:

"میری پیاری بچی! ہم اس گوریلے کو پکڑ کر ہلاک کر چکے ہوں گے۔ تم کوئی فکر نہ کرو۔ سکاٹ لینڈ یارڈ کے سپاہی اس کی تلاش میں ہیں۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔ خدا حافظ!"

"خدا حافظ!" مارتھا نے تھوڑا سا مسکرا کر کہا:

ڈاکٹر والڈن نے اپنے لیے گرم کوٹ کا کالر اٹھایا۔ سر پر فلیٹ ہیٹ رکھا اور مارتھا کے کمرے سے باہر نکل گیا۔

جس ہسپتال میں مارتھا کو رکھا گیا تھا اس کے دروازے پر لندن کی مشہور خفیہ پولیس یعنی سکاٹ لینڈ یارڈ کے ایک جاسوس کا پہرہ لگا دیا گیا تھا جو رات کو ہسپتال کے بڑے دروازے اور پیچھے والے چھوٹے دروازے کے آگے گھوم پھر کر پہرہ دیتا تھا۔ عنبر دن بھر شہر میں بندرگاہ پر مزدوری کرتا اور شام کو مارتھا کی خیریت معلوم کرنے ہسپتال آ جاتا۔ مارتھا ہسپتال کی پہلی منزل کے کمرے میں تھی اور اس کے کمرے کی جو کھڑکی باہر گلی میں

کھلتی تھی۔ اس میں لوہے کی سلاخیں لگی تھیں۔

مارتھا کو ہسپتال میں داخل ہوئے چوتھا دن جا رہا تھا۔ عنبر اس کی خیریت معلوم کر کے رات کے دس بجے کے بعد جا چکا تھا۔ وہ رات کو ایک بہت بڑے گرجا گھر کی ایک کوٹھڑی میں سوتا تھا جس کی اجازت گرجا کے پادری صاحب نے کمال مہربانی سے اسے دے رکھی تھی۔ مارتھا کمرے میں اکیلی تھی۔ خفیہ پولیس کا جاسوس باہر پہرہ دے رہا تھا۔ اکتوبر کی یہ رات بڑی سرد اور سنسان تھی۔ لندن کی گلیوں اور بازاروں میں دھند پھیلی ہوئی تھی۔ مریض سو رہے تھے۔ خفیہ پولیس کا جاسوس بھی گرم اوورکوٹ میں دبکا ہسپتال کے دروازے کے اندر بنچ پر بیٹھا کسی وقت اونگھ جاتا تھا۔ اچانک اسے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ اونگھ سے چونکا تو کیا دیکھتا ہے کہ سامنے ایک چھ فٹ کا سیاہ بالوں سے بھرا ہوا گوریلا کھڑا دانت نکالے اسے سرخ انگارہ ایسی آنکھوں سے گھور رہا ہے۔ خوف کے مارے اس کا حلق خشک ہو گیا۔ اس کی جیب میں پرانے زمانے کا لمبا پستول تھا۔ اس نے پستول نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ گوریلے نے اس کی گردن پر اتنی زور سے اپنا پنجہ مارا کہ وہ منہ کے بل گر پڑا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گوریلے نے بڑی خاموشی سے خر خر کرتے ہوئے جاسوس کی گردن کو توڑ ڈالا اور اسے اٹھا کر کونے میں پھینک دیا۔ پھر وہ ہسپتال کی راہ داری میں مارتھا کے کمرے کی طرف بڑھا۔ رات کی نرس ایک کمرے سے نکل رہی تھی۔ گوریلا اچانک اس کے سامنے آگیا۔ نرس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اس کے منہ سے ایک آواز بھی نہ نکل سکی۔ وہ گری اور بے ہوش ہو گئی۔

گوریلا مارتھا کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ مارتھا اپنے پلنگ پر گہری نیند سو رہی تھی۔ گوریلے نے آگے بڑھ کر مارتھا کی گردن کو دونوں ہاتھوں سے دبوچ لیا۔ مارتھا کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے پھر اسی گوریلے کو دیکھا تو دہشت کے مارے سارا جسم ٹھنڈا پڑ گیا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔ گوریلا یہی چاہتا تھا۔ اس نے بڑے آرام سے مارتھا کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور کھڑکی کی سلاخوں کو توڑ کر کھڑکی میں سے باہر کودا اور رات کے اندھیرے اور دھند میں غائب ہو گیا۔

دن نکلتے ہی ہسپتال میں کہرام مچ گیا۔ سکاٹ لینڈ یارڈ کے جاسوس کی لاش ہسپتال کی ڈیوڑھی میں پڑی تھی۔ رات کی نرس راہ داری میں بے ہوش گری ہوئی ملی اور مارتھا غائب تھی۔

اس وقت پولیس اور سکاٹ لینڈ یارڈ کا چیف انسپکٹر وہاں پہنچ گیا۔ عنبر کام پر جانے سے پہلے مارتھا کے لیے صبح صبح پھول لے کر آیا تو معلوم ہوا کہ اسے آدھی رات کو گوریلا اٹھا کر لے گیا ہے اور سکاٹ لینڈ یارڈ کا جاسوس ہلاک کر دیا گیا ہے۔ عنبر پریشان ہو گیا۔ چیف انسپکٹر کھڑکی کی ٹوٹی ہوئی سلاخوں کا معائنہ کرنے کے بعد ہسپتال کے فرش پر گوریلے کے پیروں کے نشان دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں لیبارٹری والا ڈاکٹر والڈن بھی وہاں پہنچ گیا۔ وہ مارتھا کے دوبارہ اغوا ہو جانے پر بے حد غمگین تھا۔ کہنے لگا:

"انسپکٹر میری بچی کو کسی طرح واپس لا دو۔ وہ بڑی ہونہار لڑکی ہے۔ میں اس کے لیے ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہوں۔"

انسپکٹر بولا:

"ڈاکٹر! ہم گوریلے کے پیروں کے نشان پر اس کا سراغ لگانے کی کوشش کریں گے۔ وہ ہم سے بچ نہیں سکے گا۔"

اور انسپکٹر، دو پولیس کے سپاہی، ڈاکٹر والڈن اور عنبر، گوریلے کے پیروں کے نشان کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ یہ نشان ہسپتال کی گلی سے نکل کر دو تین گلیوں سے ہوتے ہوئے برساتی نالے کی طرف گھوم گئے۔ عنبر سمجھ گیا کہ گوریلا ایک بار پھر مارتھا کو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اسی برساتی نالے کے پل کے نیچے والے مکان میں لے گیا ہے لیکن ایسا نہیں تھا۔ پاؤں کے نشان کچھ دور تک برساتی نالے کے ساتھ ساتھ گئے پھر بائیں جانب میدان کی طرف گھوم گئے۔ یہاں زمین گیلی تھی۔ گوریلے کے چھ انگلیوں والے پاؤں کے نشان بڑے صاف دکھائی دے رہے تھے۔

انسپکٹر نے ایک جگہ پاؤں کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"پاؤں کے نشان زمین میں گہرے ہیں۔ صاف لگ رہا ہے کہ اس نے اپنے کاندھوں پر مارتھا کو اٹھا رکھا ہے۔"

ڈاکٹر والڈن بولا:

"کیا میری بچی زندہ ہو گی؟"

چیف انسپکٹر نے کہا:

"ہمیں خدا سے یہی امید کرنی چاہیے۔ ویسے بھی اگر وہ مر چکی ہوتی تو گوریلا اسے پھینک دیتا۔ پھر اسے اٹھائے اٹھائے پھرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔"

ڈاکٹر والڈن نے کہا:

"لیکن وہ اسے لے کر کہاں جا رہا ہے؟"

انسپکٹر بولا:

"یہی تو ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں۔"

اور وہ گوریلے کے پاؤں کے نشان کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے چلے گئے۔ اگرچہ دن کافی نکل آیا تھا مگر بادل اور دھند ہونے کی وجہ سے فضا زیادہ روشن نہیں تھی پاؤں کے نشان میدان سے ایک طرف ہٹنے لگے۔ وہ کچی سڑک پر آ گئے۔ یہ سڑک اس فوج کی غیر آباد ٹوٹی پھوٹی بارکوں کی طرف چلی جاتی تھی جہاں ایک جگہ درختوں میں گھری ہوئی لکڑی کی اک منزلہ پرانی عمارت میں ڈاکٹر والڈن کی لیبارٹری تھی

ڈاکٹر والڈن نے خوش ہو کر کہا:

"اگر یہ وحشی قاتل میری لیبارٹری میں گیا ہے تو بچ کر نہیں جا سکتا۔"

"انسپکٹر جھک کر قاتل گوریلے کے پاؤں کے نشان کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا اور پولیس کے سپاہیوں کے ساتھ قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا۔ عنبر بھی ان کے ساتھ ساتھ تھا۔ وہ خاموش تھا۔ کیوں کہ سکاٹ لینڈ یارڈ کا چیف انسپکٹر ایک قابل جاسوس تھا اور وہ بالکل درست تفتیش کر رہا تھا۔ عنبر کو یقین تھا کہ گوریلا پکڑ لیا جائے گا۔ پاؤں کے نشان فوج کی غیر آباد ٹوٹی پھوٹی بارکوں کے ایک دروازے پر جا کر ختم ہو گئے۔

انسپکٹر نے جیب سے اپنا لمبا پستول نکال لیا۔ اس کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ساتھی پولیس والوں نے بھی اپنے پستول نکال کر ہاتھوں میں تھام لیے۔

ڈاکٹر والڈن نے کہا:

"گوریلا ضرور ان بارکوں میں کہیں چھپا ہوا ہے۔"

انسپکٹر نے سپاہیوں سے کہا کہ وہ بارکوں کی تلاشی لیں اور خود بھی پستول ہاتھ میں تانے پرانی بارکوں میں داخل ہوگیا۔ یہ چھ سات بارکیں تھیں جن کی چھت ایک جگہ سے ٹوٹ کر فرش پر گری ہوئی تھی۔ لکڑی کا فرش جگہ جگہ سے اکھڑا ہوا تھا۔ اور گرد جمی ہوئی تھی۔ انسپکٹر نے فرش کو چاروں طرف سے دیکھ کر کہا:

"حیرانی کی بات یہ ہے کہ گوریلا اندر آیا ہے مگر اس فرش کی گرد پر اس کے پاؤں کے نشان بالکل نہیں ہیں۔"

ڈاکٹر والڈن بولا:

"ہو سکتا ہے وہ اس کی چھت پر چڑھا بیٹھا ہو۔"

عنبر نے کہا:

"وہ دن کی روشنی میں چھت پر نہیں بیٹھے گا۔ اس طرح اسے پکڑے جانے کا ڈر ہوگا۔"

ڈاکٹر والڈن نے اپنے سفید بالوں میں ہاتھ پھیر کر اپنی عینک

کے شیشے رومال سے صاف کرتے ہوئے کہا:

"تو پھر وہ کم بخت کہاں چلا گیا۔ یا خدا! میری بچی کو حفاظت میں رکھنا۔"

چیف انسپکٹر نے بارک کے سارے ٹوٹے پھوٹے کمروں میں گھوم پھر کر دیکھ لیا۔ باہر نکل کر چھت کا بھی معائنہ کیا۔ گوریلا کہیں بھی نہیں تھا۔ خدا جانے اسے زمین کھا گئی تھی۔ کہ آسمان نے اوپر اُٹھا لیا تھا۔

انسپکٹر نے پستول جیب میں ڈالتے ہوئے کہا:

"ظاہر ہے وہ اس جگہ تک ضرور آیا ہے۔ ہمیں اپنی تفتیش کے سلسلے میں اس جگہ پر زیادہ زور دینا ہوگا۔"

اس نے دونوں سپاہیوں سے کہا:

"تم لوگ اس جگہ پہرہ دو گے۔ رات کو تمہارے ساتھ دو اور پولیس والے شامل کر دیئے جائیں گے خبردار! تمہیں ہوشیار رہنا ہوگا۔ دشمن بے حد چالاک ہے اور اچانک وار کرتا ہے۔"

پھر وہ ڈاکٹر والڈن کی طرف متوجہ ہو کر بولا:

"ڈاکٹر! اطمینان رکھیں۔ ہم آپ کی چہیتی ملازمہ کو ضرور برآمد کر لیں گے۔ بس ہمیں آج کی رات دے دیں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ڈاکٹر والڈن نے آہ بھر کر کہا:

"انسپکٹر! مارتھا میری ملازمہ ہی نہیں ہے۔ وہ مجھے اپنی بچیوں کی طرح عزیز بھی ہے۔ خدا نہ کرے اگر اسے کچھ ہو گیا تو ہو سکتا ہے میں یہ صدمہ برداشت نہ کر سکوں۔"

اور ڈاکٹر والڈن جیب سے رومال نکال کر اپنی آنکھوں میں آئے ہوئے آنسو پونچھنے لگے۔

انسپکٹر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی اور کہا:

"حوصلہ مت ہارو ڈاکٹر! سکاٹ لینڈ یارڈ کے ہاتھ بڑے لمبے ہیں۔ اس سے آج تک کوئی مجرم بچ کر نہیں نکل سکا۔"

پھر اس نے عنبر سے پوچھا:

"مسٹر عنبر! تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

عنبر نے کہا:

"میں اپنی ڈیوٹی پر جاؤں گا سر!"

"او کے۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔ مارتھا زندہ ہے گوریلے نے اسے ہلاک نہیں کیا ہو گا اور ہم آج رات اسے پکڑ لیں گے۔"

عنبر نے پوچھا:

"مگر کیسے انسپکٹر؟ کیا گوریلا یہاں آدھی رات کو نکل کر آئے گا؟ مارتھا اس کے پاس ہے۔ بھلا اسے کیا ضرورت ہے باہر نکلنے کی۔"

"ٹھیک کہتے ہو عنبر!" انسپکٹر نے کہا: "لیکن ہم جاسوس لوگ کبھی ناامید نہیں ہوا کرتے۔ آؤ چلیں اور ڈاکٹر والڈن کیا تم بھی ہسپتال چلو گے یا اپنی لیبارٹری میں؟"

ڈاکٹر والڈن مارتھا کے غم میں بہت اداس تھا۔ اس کی آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں۔ جیب سے ایک بار پھر رومال نکال کر آنکھیں پونچھ کر بولا:

"میں چیچک کی ایک نئی دوائی پر تجربہ کر رہا ہوں اپنی لیبارٹری میں جا کر کام کروں گا۔ خدا کرے مارتھا بیٹی مل جائے۔ اس کے بغیر میرا کام ادھورا رہ جائیگا۔"

اور ڈاکٹر والڈن آنسو پونچھتا ہوا آہستہ آہستہ اپنی لیبارٹری کی طرف چل دیا جس کی جھکی ہوئی ڈھلانی چھت وہاں سے صاف نظر آ رہی تھی۔ دونوں سپاہی ویران بارکوں کے باہر پہرہ دینے کے لیے وہیں رہ گئے اور عنبر اور انسپکٹر واپس روانہ ہوئے۔ انسپکٹر کو سکاٹ لینڈ یارڈ میں چھوڑ کر عنبر بندرگاہ کی طرف اپنے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کام آ گیا۔

مگر عنبر کا کام پر دل نہ لگا۔ سارا دن وہ مارتھا کے اغوا اور قاتل گوریلے کے بارے میں غور کرتا رہا۔ اخباروں میں بھی اس واقعے کو خوب اچھالا گیا اور پولیس کی فورس بھی میدان میں اتر آئی تھی۔ شام کو کام سے فارغ ہو کر عنبر کچھ دیر شہر کے علاقوں میں ٹہلتا رہا۔ پھر رات کو ویران بارکوں کے علاقے میں آ گیا۔ یہاں پولیس کے چار سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ عنبر نے دور سے دیکھا۔ ڈاکٹر والڈن کی لیبارٹری میں دھیمی روشنی ہو رہی تھی۔ بڑا محنتی اور انسان دوست ڈاکٹر تھا یہ۔ راتوں کو بھی کام کرتا تھا۔ لیکن عنبر کی سمجھ میں ابھی تک یہ معمہ نہیں آیا تھا کہ اس کی انگوٹھی میں نگینے میں وہ دوائی پی کر چہرہ چھپائے پیچھے کو جاتا کیوں نظر آیا تھا۔

عنبر نے انگوٹھی کو ہاتھ سے رگڑا۔ مگر چونکہ چاندنی رات نہیں تھی اس لیے اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔ آسمان بادلوں میں گھرا ہوا تھا اور اب بجلی کی چمک کے ساتھ بادلوں کی گرج بھی سنائی دینے لگی تھی۔ عنبر پہرے پر سپاہیوں کو دیکھ کر مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر بھی وہ بارکوں کے پیچھے آ گیا اور اس نے پیچھے گھاٹیوں اور کھائیوں میں جگہ جگہ مارتھا اور گوریلے کا سراغ لگانے کی کوشش کی۔ وہاں کوئی ایسی

جگہ نہیں تھی جہاں گوریلا چھپ سکے۔ کوئی کھوہ یا غار نہیں تھا۔ عنبر کچھ دیر وہاں رکنے کے بعد واپس گرجے کی طرف روانہ ہو گیا۔

دوسرے دن اسے کام پر سے چھٹی تھی۔ وہ گرجا گھر کی کوٹھڑی سے نکل کر سڑک پر آیا تو اخبار والا شور مچاتا ہوا گزر گیا۔

"قاتل گوریلے نے سکاٹ لینڈ یارڈ کے تین سپاہیوں کو ہلاک اور ایک کو شدید زخمی کر دیا۔"

عنبر چونک پڑا۔ اسی وقت اخبار لے کر پڑھا اور گھوڑا گاڑی میں بیٹھ کر ویران بارکوں کی طرف چل پڑا۔ وہاں چیف انسپکٹر ڈاکٹر والڈن اور پولیس کی پوری گارد پہلے سے موجود تھی۔ تینوں سپاہیوں کی لاشیں سٹریچروں پر پڑی تھیں۔ ان کی گردنیں توڑ دی گئی تھیں۔ شدید زخمی سپاہی کو ہسپتال میں پہنچا دیا گیا تھا۔ اس نے اپنے بیان میں بتایا تھا کہ آدھی رات کو جب بادل زور زور سے گرج رہے تھے۔ قاتل گوریلے نے اچانک حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اتنا اچانک تھا کہ اس کے پہلے ہی وار میں تینوں سپاہی وہیں ڈھیر ہو گئے اور وہ گوریلے کے پنجے کا زخم اپنی گردن پر کھا کر وہاں سے بھاگنے کی بجائے گر پڑا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور دم سادھ کر یوں ظاہر کیا جیسے وہ بھی مر گیا ہے۔ اس نے بتایا کہ گوریلا اکیلا تھا اور غصے کے عالم میں اس کی سانس پھنکار بنی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر والڈن کا بھی پارہ چڑھا ہوا تھا اور وہ پولیس والوں اور سکاٹ لینڈ یارڈ والوں کو کوس رہا تھا۔

"آخر تم لوگ کس مرض کی دوا ہو۔ اگر تم ایک گوریلے کو نہیں پکڑ سکتے تو پھر تمہیں کس بات کی تنخواہ دی جاتی ہے یہ عوام کی جان و مال کا سوال ہے۔"

انسپکٹر اسے تسلی دے رہا تھا اور کسی گہری سوچ میں تھا اس دفعہ گوریلے کے پاؤں کے نشان پارک کے فرش پر بھی تھے اور وہاں سے دوسرے دروازے سے باہر نکل کر ان کا رخ ان درختوں کی طرف ہو گیا تھا جہاں ڈاکٹر والڈن کی لیبارٹری تھی لیکن ایک بار پھر حیرانی کی بات یہ تھی کہ چند قدم چلنے کے بعد پاؤں کے نشان غائب ہو گئے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ جیسے یہاں گوریلا درختوں ہو کر دوسری طرف جنگل کی جانب نکل گیا ہو۔

ویران علاقہ، وحشی قاتل

پولیس کی بھاری فورس نے ویران بارکوں کو گھیرے میں لے لیا۔

لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ قاتل گوریلا غائب ہو چکا تھا۔ ایک ہفتہ گذر گیا۔ نہ قاتل گوریلا گرفتار یا ہلاک ہو سکا اور نہ بدنصیب لڑکی کا کچھ پتہ چلا۔ عنبر نے بار بار آسمان کو دیکھا۔ لندن کا موسم خراب تھا۔ آسمان پر چاند کہیں نہ تھا۔ ہر طرف بادل چھائے ہوئے تھے نہیں تو وہ اپنی انگوٹھی سے کام لینے کی کوشش کر سکتا تھا۔ ساتویں روز شام کو عنبر نے ایک فیصلہ کیا اور رات کے بارہ بجے تک وہ شہر میں ادھر ادھر آوارہ گردی کرنے کے بعد بارکوں کی طرف آ گیا۔ پولیس انسپکٹر نے اسے اندھیرے میں دیکھ کر للکارا۔ عنبر نے آگے بڑھ کر اپنی شناخت کرائی۔ پولیس انسپکٹر اسے جانتا تھا۔ اس نے کہا:

"مسٹر! آدھی رات کو تمہارا یہاں پھرنا ٹھیک نہیں۔ یہاں خطرہ ہے اور تم نہتے ہو۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے کہا :

"سر! میں ننھا نہیں ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں بھی گوریلے کی تلاش میں ہوں۔"

اور عنبر بارکوں کے پیچھے سے ہو کر ڈاکٹر والڈن کی لیبارٹری کے عقبی حصّے میں آ گیا۔ یہاں لیبارٹری کی اونچی دی تھی جس کے کافی اوپر جا کر ایک چھوٹا سا روشن دان ب ہوا تھا۔ اس روشن دان میں سے روشنی باہر آ رہی تھی۔ ع نے ارد گرد اندھیرے میں غور سے دیکھ کر جائزہ لیا ایک درخت کی شاخ روشن دان کے اوپر سے ہو کر گز گئی تھی۔ عنبر خاموشی سے اس درخت پر چڑھ گیا۔ درخ کی ٹہنیوں میں رینگتا ہوا وہ روشن دان والی شاخ پر آ کر اس طرح لٹک گیا کہ اس کے پاؤں روشن دان پر جا کر ٹک گئے۔ اس نے جھانک کر اندر دیکھا۔

یہ دیکھ کر اس کا سانس اوپر کا اوپر گیا کہ ایک بستر پ مارتھا رسیوں سے جکڑی پڑی تھی۔ میز پر گیس کا لیمپ ج رہا تھا اور وہ سر دائیں بائیں مارتے ہوئے کراہ رہی تھی۔ عنبر نے چھلانگ لگا کر روشن دان کو پکڑ لیا اور پھر اس ک شیشے کا تختہ اٹھا کر کمرے میں دھم سے کود گیا۔ مارتھا چونک کر دیکھا۔ عنبر لپک کر اس کے پاس آ گیا۔

"مارتھا۔"

مارتھا نے آہستہ سے کہا :

"وہ — وہ آ رہا ہے۔"

اتنے میں عنبر کو گوریلے کے بھاری قدموں اور نتھنوں میں سے تیز تیز سانس لینے کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ جلدی سے ایک الماری کے پیچھے جا کر لیٹ گیا۔ کمرے کے دروازہ کا پردہ ہٹا اور سامنے وہی قاتل گوریلا دونوں بازو پھیلائے پھنکاریں مارتا کھڑا تھا۔ اس نے آتے ہی میز کے نیچے سے ہنٹر نکالا اور اسے گھما کر مارتھا کو مارنے ہی لگا تھا کہ عنبر الماری کے پیچھے سے چھلانگ لگا کر سامنے آ گیا۔ گوریلے نے عنبر کو دیکھا تو اس پر حملہ کر دیا۔ عنبر نے اس کے ہاتھ سے ہنٹر چھین کر اسے دھکا دیا تو وہ لڑھکیاں کھاتا دیوار کے ساتھ جا ٹکرایا۔ گوریلے کو احساس ہو گیا کہ اس کا مقابلہ اپنے سے کسی طاقتور انسان کے ساتھ ہے۔ وہ دروازے کا پردہ اُٹھا کر بھاگ گیا۔

عنبر اس کے پیچھے بھاگا۔ گوریلا لیبارٹری روم میں آ کر مرتبانوں کو ادھر اُدھر پھینکتا گیلری میں چڑھ گیا۔ عنبر برابر اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ گیلری میں ایک چھوٹی سی کوٹھڑی تھی۔ جہاں کئی ایک دوائیوں کی بوتلیں اور مرتبان رکھے تھے۔ گوریلا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کوٹھڑی میں داخل ہوا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ عنبر بھاگ کر گیلری میں آ گیا۔ اس نے دروازے کو دھکا دیا۔ دروازہ لوہے کا تھا اور بڑا مضبوط۔ مگر عنبر کے لیے اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اس نے زور سے دھکا دیا اور دروازہ کھل گیا۔

وہ اندر کی طرف لپکا۔ اچانک اندر سے ڈاکٹر والڈن گردن جھاڑتا ہوا باہر نکل آیا۔ وہ عنبر کو دیکھ کر اور عنبر اسے دیکھ کر حیران ہوا۔

"مسٹر عنبر! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"ڈاکٹر! ابھی ابھی گوریلا اس کوٹھڑی میں گھسا تھا۔"

ڈاکٹر نے موم بتی جلائی اور اس کی روشنی میں کوٹھڑی میں چاروں طرف دیکھ کر بولا:

"یہاں کوئی گوریلا نہیں ہے۔ تم خود دیکھ لو۔ اگر گوریلا یہاں ہوتا تو میں اسے زندہ چھوڑ سکتا تھا۔"

عنبر نے کہا:

"لیکن ڈاکٹر مارتھا ساتھ والے کمرے میں رسیوں میں جکڑی ہوئی ہے۔"

"کہاں ہے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

اور ڈاکٹر والڈن عنبر کو لے کر اس کمرے کی طرف بڑھا۔ کمرے میں داخل ہو کر عنبر نے پلنگ کی طرف اشارہ کیا:

"وہ دیکھو۔"

"کہاں ہے مارتھا؟" ڈاکٹر والڈن نے تعجب سے پوچھا:

عنبر کا دماغ چکرا گیا۔ جس پلنگ پر ابھی ابھی بدنصیب مارتھا رسیوں میں جکڑی ہوئی پڑی تھی۔ وہ پلنگ اب خالی تھا۔ بستر بڑی صفائی سے لگا تھا۔ سرہانے رکھے ہوئے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ اس پر کبھی کوئی نہیں لیٹا۔ عنبر نے اپنا سر پکڑ لیا۔ وہ ڈاکٹر کی طرف دیکھ کر بولا:

"مگر ڈاکٹر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ابھی ابھی مارتھا کو یہاں رسیوں میں جکڑے ہوئے دیکھا تھا اور ـــ اور گوریلے نے اس پر ہنٹر سے حملہ کیا تھا۔ میں اس کی طرف لپکا تو وہ بھاگ کر تمہاری گیلری والی کوٹھڑی میں جا چھپا۔"

ڈاکٹر والڈن نے آہستہ سے سر ہلا کر کہا:

"میرے بچے! یہ ایک مرض ہوتا ہے۔ اس مرض میں انسان کو وہم حقیقت بن کر دکھائی دیتے ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ تم بھی اسی مرض میں مبتلا ہو۔ آؤ۔ میں تمہیں ایک دوا پلاتا ہوں۔ بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر ابھی تک کمرے کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ ڈاکٹر اسے کمرے سے باہر اپنی لیبارٹری میں لے گیا پھر ایک گلاس میں دوائی ڈالتے ہوئے عنبر کی طرف دیکھے بغیر بولا:

"لیکن عنبر! تم اس کمرے میں کیسے آ گئے تھے؟"

اس کا عنبر کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ یونہی آئیں بائیں شائیں کرتے ہوئے بولا:

"سر! میں ـــ میں گوریلے کے تعاقب میں اوپر آگیا تھا۔ وہ روشن دان میں سے اندر داخل ہوا تھا۔ میں بھی اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہوا اور پھر وہ بھاگ گیا۔"

"ہی ہی ہی" ڈاکٹر والڈن ہنسا "میرے بچے! وہم کو حقیقت میں بدلنے والے مرض نے تم پر شدید حملہ کیا ہوا ہے لو۔ یہ دوا پی لو۔ طبیعت کو سکون آ جائے گا۔"

مگر عنبر اتنا احمق نہیں تھا کہ خوامخواہ دوا پی لیتا۔ کیوں کہ اسے تو معلوم تھا کہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ اس نے کہا:

"شکریہ ڈاکٹر والڈن! میں دوا کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔"

"تو پھر سادہ پانی پی لو۔ تمہیں کچھ نہ کچھ ضرور پینا چاہیے۔"

اور ڈاکٹر نے ایک دوسری بوتل میں سے سادہ پانی گلاس میں ڈال کر عنبر کو دیا اور کہا:

"یہ بتاؤ کہ تم نے گوریلا کس طرف سے کمرے میں آتے دیکھا تھا؟"

عنبر نے پانی کا گلاس پکڑ کر کہا:

"وہ دروازے کے پردے کے پیچھے سے اندر آیا تھا۔"

عنبر نے اس لیبارٹری کو پہچان لیا تھا۔ یہی وہ لیبارٹری تھی جو اس نے انگوٹھی کے نگینے میں دیکھی تھی۔ اور ساتھ ہی عنبر نے پانی کے دو تین گھونٹ پی کر گلاس کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ یہ عنبر کی سب سے بڑی حماقت تھی۔ کبھی دانا آدمی بھی تکبر کرنے سے اوندھے منہ گر پڑتا ہے۔ پانی پیتے ہی اس کی زبان لڑکھڑانے لگی۔ ڈاکٹر والڈن باتیں کرتے ہوئے ذرا دور جا کر ایک الماری کھول کر کچھ چیزیں الٹ پلٹ کرنے لگا۔ جب اسے عنبر کے بے ہوش ہو کر زمین پر گرنے کی آواز آئی تو اس نے پلٹ کر عنبر کو دیکھا اور مکاری سے مسکرایا:

ڈاکٹر نے چٹکی بجائی۔ دوسرے کمرے میں سے ایک تنومند موٹا تازہ حبشی باہر نکل کر آیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ ڈاکٹر نے اشارے سے اسے کہا کہ عنبر کو اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے جاؤ۔ حبشی نے عنبر کو کاندھے پر اٹھایا اور ساتھ والے کمرے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میں لے گیا۔

عنبر کو جب ہوش آیا تو وہ مارتھا کے پلنگ کے ساتھ ہی ایک الماری کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ اس نے رسی تڑوانے کے لیے اپنے جسم کو ہلایا ہی تھا کہ کمزوری کی وجہ سے اسے چکر آ گیا اور وہ پھر بے ہوش ہو گیا۔ دن گذر گیا۔ ایک بار پھر رات کی سیاہی شہر کے چاروں طرف پھیل گئی۔ ڈاکٹر والڈن اپنے خاص کمرے سے نکل کر لیبارٹری میں آیا۔ یہاں سپرٹ لیمپ کے اوپر ایک شیشے کی صراحی میں سبز رنگ کی کوئی دوا ابل رہی تھی اور اس کی بھاپ شیشے کی نلکیوں میں سے گذر کر آگے ایک چھوٹے سے گلاس میں قطرہ قطرہ گر رہی تھی۔

ڈاکٹر والڈن نے سپرٹ لیمپ بجھا دیا۔ گلاس میں سبز دوا کے قطرے گرنا بند ہو گئے۔ اس نے گلاس ہاتھ میں لے کر اسے آنکھوں کے سامنے لے جا کر غور سے دیکھا۔ اسے دوبار ہلایا۔ اس میں سے بھاپ نکلنے لگی۔ پھر اس نے گلاس ہونٹوں سے لگایا اور ساری دوا ایک ہی گھونٹ میں پی گیا۔ دوا پیتے ہی اس نے اپنے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا اور گیلری کی طرف بھاگا۔ وہاں ایک شیشہ لگا تھا۔ وہ شیشے کے آگے کھڑا ہو گیا۔ اور اپنے آپ کو تکنے لگا۔ اس کے جسم میں ایک عجیب قسم کی تبدیلی رونما ہونے

لگی۔ سب سے پہلے اس کے کپڑے اور سفید کوٹ غائب ہو گیا۔ پھر اس کے جسم پر سیاہ بال اُگنا شروع ہو گئے۔ اس کے چہرہ بدلنے لگا۔ ہونٹ موٹے ہو گئے۔ رنگ سیاہ ہوتا گیا۔ جبڑا چوڑا ہو گیا۔ اور دو دانت باہر کو نکل آئے۔ ناک کے نتھنے بھی گوریلے کی طرح چوڑے ہو گئے۔ ماتھا چھوٹا ہو گیا۔ سر کے سفید بال سیاہ ہو کر کھوپڑی کے اوپر کانٹوں کی طرح کھڑے ہو گئے۔ آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ ہاتھ کے پنجے نکل آئے اور لمبے لمبے ناخن بن گئے۔ ڈاکٹر والڈن دیکھتے دیکھتے انسان سے ایک گوریلا بن گیا تھا۔ اس کے حلق سے خرخر کی آوازیں اور ناک سے پھنکاریں نکلنے لگیں۔ وہ چھلانگ لگا کر اچھلا اور گیلری میں سے کودتا پھلانگتا۔ اس کمرے میں آ گیا جہاں مارتھا پلنگ پر اور عنبر الماری کے ساتھ رسیوں میں جکڑے بے ہوش پڑے تھے۔

ڈاکٹر گوریلے نے ایک ہنٹر سے دونوں کو مارنا شروع کر دیا۔ دونوں ہوش میں آ گئے۔ مارتھا کی چیخیں نکلنے لگیں۔ کوڑوں کی مار سے اس کے نازک بدن سے خون رسنے لگا۔ عنبر کو کوڑوں سے تو کچھ نہ ہوا لیکن اس کا دماغ ابھی تک چکرا رہا تھا۔ نہ جانے کس قسم کی دوا اس شیطان ڈاکٹر نے اسے سادہ پانی میں ملا کر پلا دی تھی کہ اس کی ساری قوت جواب دے گئی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھی۔ ڈاکٹر گوریلا اسے دھڑا دھڑ کوڑے مار رہا تھا۔ عنبر کی طاقت آہستہ آہستہ واپس آ رہی تھی۔

جب عنبر کی طاقت پوری طرح واپس آ گئی تو اُس نے ایک ہی جھٹکے سے اپنی رسی تڑا ڈالی اور ڈاکٹر گوریلے کی طرف بڑھا۔ گوریلے نے ہنٹر پھینک کر عنبر کو دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور پوری طاقت سے دیوار کے ساتھ دے مارا۔ اس کی جگہ اور کوئی ہوتا تو اس کی ساری ہڈیاں چوُر چوُر ہو گئی ہوتیں۔ مگر عنبر پر کوئی بھی اثر نہ ہوا۔ وہ زمین پر گرتے ہی اٹھا اور ڈاکٹر گوریلے کی طرف دیکھ کر بولا:

"ڈاکٹر والڈن! تیرا راز فاش ہو چکا ہے۔ تیرے ظلم کے دن پورے ہو چکے ہیں۔"

اور پھر آگے بڑھ کر اسے دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر چھت کی طرف اچھالا۔ گوریلا چھت سے ٹکرا کر نیچے دھماکے کے ساتھ فرش پر گرا۔ ساری لیبارٹری ہل گئی۔ آواز سن کر اس کا حبشی نوکر بھاگ کر وہاں آ گیا۔ گوریلے نے چیخ مار کر عنبر کی طرف اشارہ کیا۔ حبشی نے خنجر نکالا اور عنبر کی پیٹھ پر پیچھے سے آ کر زور سے مارا۔ خنجر اس کے ہاتھ سے پھسل کر نیچے گر پڑا۔ عنبر نے حبشی کی طرف دیکھ کر کہا:

"تم اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہ ہو سکو گے۔"

اور ایک اُلٹا ہاتھ ایسا حبشی کی کنپٹی پر مارا کہ وہ اچھل کر پیچھے گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ ڈاکٹر گوریلا لیبارٹری کی طرف بھاگا۔ اس نے تیزاب کی بوتل اٹھا کر عنبر پر پھینکی۔ عنبر نے اسے ہاتھوں میں دبوچ لیا کیوں کہ تیزاب سے لیبارٹری میں آگ لگ جانے کا خطرہ تھا اور عنبر گوریلے کو زندہ گرفتار کرنا چاہتا تھا۔ اس نے گوریلے پر چھلانگ لگا دی۔ گوریلا بھی عنبر سے گتھم گتھا ہو گیا۔ مگر عنبر جتنی طاقت گوریلے میں نہیں تھی۔ بہت جلد گوریلا تھک گیا اور عنبر نے اس کے جبڑے پر زور سے مکا مارا اور وہ پیٹھ کے بل فرش پر گرا اور گرتے ہی بے ہوش ہو گیا۔

عنبر اسے گھسیٹ کر مارتھا کے کمرے میں لے آیا۔ مارتھا کی رسیاں کھول کر اسے آزاد کر دیا۔ مارتھا کا خوف کے مارے دم نکلا جا رہا تھا۔ وہ عنبر سے چمٹ گئی۔

"خدا کے لیے مجھے اس گوریلے سے بچاؤ۔ میرے خدا! یہ مجھے ڈاکٹر کی لیبارٹری میں کیوں لے آیا تھا ڈاکٹر والڈن کہاں ہے؟"

عنبر نے گوریلے کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"یہی ڈاکٹر والڈن ہے۔"

"اوہ — نہیں — میرے خدا!"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے گوریلے اور اس کے ساتھی حبشی دونوں کو رسیوں میں اتنی زور سے جکڑ دیا کہ وہ ہوش میں آ کر چاہے جتنی کوشش کریں اپنے آپ کو آزاد نہیں کر سکتے تھے۔ اس کے بعد عنبر نے مارتھا کے زخموں پر پٹی باندھ کر اسے آرام سے پلنگ پر لیٹا دیا۔

مارتھا فوراً پلنگ سے اٹھ بیٹھی:

"نہیں نہیں۔ میں اس کمرے میں نہیں لیٹ سکتی۔ خدا کے لیے مجھے یہاں سے لے جاؤ۔"

عنبر نے مارتھا کو ساتھ لیا اور ڈاکٹر والڈن کی لیبارٹری سے باہر تو گیا۔ باہر سرد رات کا پچھلا پہر گزر رہا تھا۔ آسمان پر ابھی تک بادل چھائے ہوئے تھے لیکن بوندا باندی رُک گئی تھی۔ وہ دونوں ویران پارکوں میں آئے تو پولیس کے پہرے داروں نے انہیں دیکھ کر وہیں رُکنے کو کہا۔ انسپکٹر پولیس نے قریب آ کر عنبر سے کہا:

"تم لوگ ادھر کیا کر رہے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ قاتل گوریلا اس علاقے میں پھر رہا ہے؟"

عنبر نے کہا:

"انسپکٹر! شاید تم نے مجھے اور میری ساتھی لڑکی کو پہچانا نہیں میں عنبر ہوں جو ابھی تھوڑی دیر پہلے تم

سے اجازت لے کر اس طرف آیا تھا اور یہ وہ لڑکی ہے جسے گوریلا اغوا کر کے لے گیا تھا۔"

انسپکٹر پولیس حیرانی سے تکنے لگا:

"کیا — کیا یہ وہی لڑکی ہے؟"

"ہاں انسپکٹر۔"

"اور — اور گوریلا کہاں ہے؟"

عنبر نے کہا:

"انسپکٹر! مارتھا کو پارک میں کسی جگہ لٹانے کا انتظام کرو اور کسی آدمی کو بھیج کر چیف انسپکٹر کو فوراً بلاؤ اسے کہو کہ اس کا قاتل گرفتار ہو چکا ہے۔"

انسپکٹر پولیس نے اسی وقت سپاہیوں کو حکم دیا کہ مارتھا کو سٹریچر پر لٹا کر اس پر کمبل ڈال دیئے جائیں اور خود عنبر سے کہنے لگا:

"گوریلا کہاں ہے؟ ہم اسے اسی وقت قابو میں کرنا چاہتے ہیں۔ یہ لوگوں کی جان کی حفاظت کا معاملہ ہے۔"

عنبر نے کہا:

"فکر نہ کرو انسپکٹر۔ گوریلا پوری طرح سے قابو میں ہے۔"

"لیکن میں اسے قانون کی گرفت میں لینا چاہتا ہوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آخر میں پولیس انسپکٹر ہوں اور یہ میرا فرض ہے۔"

عنبر نے کہا:

"تو پھر دس بارہ آدمی لے کر ڈاکٹر والڈن کی لیبارٹری میں جاؤ اور گوریلے اور اس کے حبشی ساتھی کو اٹھا لاؤ۔"

انسپکٹر نے کہا:

"دس بارہ آدمیوں کی کیا ضرورت ہے بھلا؟"

عنبر بولا:

"دو چار آدمیوں سے وہ نہ اُٹھ سکے گا۔"

پولیس انسپکٹر اسی وقت دس پولیس والوں کو ساتھ لے کر ڈاکٹر والڈن کی لیبارٹری کی طرف بھاگا۔ انہوں نے ہتھکڑیاں اور پستول پکڑ رکھے تھے۔ ایک آدمی کو سکاٹ لینڈ یارڈ کے چیف انسپکٹر کو بلانے کے لیے آدمی دوڑا دیا گیا تھا۔ انسپکٹر پولیس آدھ گھنٹے کی کوشش کے بعد بڑی مشکل سے دس آدمیوں کی مدد سے گوریلے اور حبشی کو کھینچ کر باہر لے آیا۔ گوریلا ابھی تک بے ہوش تھا۔ حبشی کو ہوش آ چکا تھا اور وہ رسیوں میں جکڑا پھٹی پھٹی آنکھوں سے اندھیرے میں سپاہیوں کو تک رہا تھا۔ گوریلے کو پارک کے برآمدے میں فرش پر لٹا دیا گیا۔ عنبر مارتھا کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور اس کا ہاتھ اپنے

ہاتھ میں لے کر اسے تسلی دینے لگا۔ مارتھا کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ گوریلا ڈاکٹر والڈن کیسے ہو سکتا ہے۔ اُس نے عنبر سے پوچھا:

"مسٹر عنبر! یہ کیسے ممکن ہے۔ ڈاکٹر والڈن تو ایک انسان ہے۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ گوریلا؟ نہیں نہیں۔ وہ تو مجھ سے اپنی بچی کی طرح پیار کرتا ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔"

عنبر نے اس کے ہاتھ کو تھپتھپاتے ہوئے کہا:

"مارتھا بہن! تمہیں سب کچھ ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

ابھی پو پھٹ ہی رہی تھی کہ سکاٹ لینڈ یارڈ کا چیف انسپکٹر پولیس کے خاص دستے کے ساتھ وہاں آن پہنچا۔ عنبر سے اس نے آگے بڑھ کر ہاتھ ملایا اور پھر پارک میں پڑے ہوئے بے ہوش گوریلے کو دیکھ کر حیرت کے سمندر میں ڈوب گیا۔

"مجھے یقین نہیں آتا کہ اتنا بڑا اور خون خوار گوریلا لندن میں آزادی سے چل پھر کر لوگوں کو قتل اور عورتوں کو اغوا کر سکتا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"یہ گوریلا نہیں ہے۔"

چیف انسپکٹر بولا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کیا مطلب ؟"

عنبر نے کہا :

"ابھی آپ کو معلوم ہو جائے گا :

چیف انسپکٹر نے عنبر سے پوچھا کہ اس نے اتنے بڑے وحشی گوریلے کو کس طرح پکڑا اور اس کا ساتھی کہاں تھا؟

عنبر نے کہا :

"بس یہ کچھ نہ پوچھیں - بس یہی سمجھ لیں کہ میں نے اسے پکڑ لیا - اس کا حبشی ساتھی مقابلے پر آیا تو اسے بھی بے بس کر کے پکڑ لیا"

چیف انسپکٹر خفیہ پولیس نے مارتھا کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا :

"بیٹی اب پریشان ہونے کی ضرورت نہیں سب ٹھیک ہو گیا ہے"

اور پھر اس نے حکم دیا کہ مارتھا کو ہسپتال پہنچا دیا جائے اس کے بعد وہ گوریلے کو بھی وہاں سے ریڑھے میں ڈال کر اٹھوانے لگا تو عنبر نے اسے ایک طرف لے جا کر کہا

"انسپکٹر! ابھی کچھ دیر اسی جگہ اسے پڑا رہنے دو"

"وہ کس لیے ؟" انسپکٹر نے پوچھا :

عنبر نے کہا :

"تم زندگی کا سب سے حیرت انگیز تماشہ دیکھو گے ایسا منظر تم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہو گا"

چیف انسپکٹر ہنس دیا :

"مسٹر عنبر! شاید تم مجھ سے مذاق کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ مگر دوست! میرا وقت بہت قیمتی ہے اور ابھی مجھے اس کے بارے میں افسروں کو جگا کر پوری رپورٹ دینی ہے"

عنبر نے انسپکٹر سے کہا :

"خواہ کچھ ہو۔ ابھی اسے اسی جگہ رہنے دو۔ بس تھوڑی دیر اور ___ یعنی جب تک کہ رات کا اندھیرا دور نہیں ہو جاتا اور دن کی روشنی نہیں نکل آتی"

"پھر کیا ہو گا بھلا ؟" انسپکٹر نے مسکرا کر کہا ؛ "جو ہونا تھا ہو چکا۔ تم نے قاتل گوریلے کو پکڑ لیا۔ محکمہ تمہارا شکر گزار ہے۔ ہم تمہیں انعام دیں گے۔ اب ہمیں ہمارا کام کرنے دو"

عنبر نے کہا :

"صرف دس منٹ اور انتظار کر لو۔ انسپکٹر۔ میری خاطر ___ ایک عجیب و غریب منظر دیکھنے کی خاطر"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چیف انسپکٹر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ عنبر اسے کیا کہہ رہا ہے۔ جب عنبر نے بہت زیادہ مجبور کیا تو وہ کندھے اُچکا کر بولا:

"اچھا ــــ میں تمہاری خاطر دس منٹ اسے یہیں پڑا رہنے دیتا ہوں۔ مگر یاد رکھو عنبر ــــ دس منٹ بعد میں اسے ـــ"

عنبر نے بات کاٹ کر کہا:

"اس طرف دیکھو انسپکٹر ــــ"

چیف انسپکٹر خفیہ پولیس نے پارک میں پیٹھ کے بل پڑے بے ہوش گوریلے کی طرف دیکھا۔ رات کا اندھیرا دور ہو گیا تھا اور دن کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی تھی۔ چیف انسپکٹر نے دیکھا کہ روشنی میں گوریلے کے جسم کے سیاہ بال غائب ہونے لگے ہیں۔ پھر اس کے ہاتھوں کے ناخون بھی چھوٹے ہونے لگے۔ اس کے بعد گوریلے کا جسم انسان کے جسم میں تبدیل ہوتا چلا گیا۔

انسپکٹر کا منہ کھلے کا کھلا تھا:

"یہ ــــ یہ کیا ہے مسٹر عنبر؟"

"شی:" عنبر نے کہا: "دیکھتے جاؤ انسپکٹر۔"

وہاں جو پولیس کے سپاہی کھڑے تھے وہ بھی دہشت

زدہ ہو کر رہ گئے تھے۔ دو تین سپاہی تو ڈر کر آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر وہاں سے چلے گئے۔ گوریلے کی کھوپڑی انسان کی کھوپڑی میں بدل گئی تھی۔ چوڑے نتھنے چھوٹے ہو گئے تھے۔ دانت اندر کو چلے گئے۔ اس کے جسم کا رنگ گورا ہو گیا۔ وہ پورا انسان کا جسم بن گیا۔ سر کے بال ڈاکٹر والڈن کے بالوں کی طرح سفید ہو گئے اور چہرے کے نقش بھی اسی کی طرح ہو گئے۔ پھر ننگے بدن پر کپڑے نمودار ہو گئے اور اب ان کی آنکھوں کے سامنے لندن کا مشہور ڈاکٹر والڈن رسیوں میں بندھا فرش پر بے ہوش پڑا تھا۔ رسیاں اب ڈھیلی ہو گئی تھیں۔ چیف انسپکٹر نے عنبر کی طرف دیکھا اور دونوں ہاتھوں میں سر تھام کر بولا:

"میرے خدایا! یہ میں نے کیا دیکھا ہے۔"

عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا:

"میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ یہ گوریلا انسان ہے۔ اب آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ یہ ڈاکٹر والڈن ہے جو رات کو گوریلا بن کر انسان کی جانوں سے کھیلتا تھا اور عورتوں پر ظلم کرتا تھا۔"

"انسپکٹر نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"لیکن — لیکن یہ گوریلا کیسے بن جاتا تھا؟"

عنبر نے کہا:

"ڈاکٹر والڈن نے ایک ایسی دوا ایجاد کر لی تھی جس کو پی کر وہ انسان سے گوریلا بن جاتا تھا۔"

"اور پھر" انسپکٹر نے پوچھا۔ "اور پھر گوریلا سے انسان کیسے بنتا تھا؟"

عنبر نے کہا:

"جیسا کہ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ڈاکٹر والڈن کی دوا کا اثر رات کے اندھیرے تک ہی رہتا تھا جونہی رات ڈھلتی تھی اور صبح کی روشنی ہوتی تھی اس پر سے دوا کا اثر ختم ہونے لگتا اور وہ پھر سے انسانی شکل میں واپس آ جاتا تھا۔"

انسپکٹر نے کہا:

"لیکن وہ یہ سب کچھ کیوں کرتا تھا؟"

عنبر بولا:

"ڈاکٹر! انسان جب نیکی کے کام کرتا ہے تو وہ فرشتوں سے بھی بلند رتبے تک پہنچ جاتا ہے لیکن جب بدی کرتا ہے تو پھر جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔"

اتنے میں ڈاکٹر والڈن کو ہوش آ گیا۔ اس نے اپنے اردگرد پولیس انسپکٹر اور سپاہیوں کو دیکھا تو مسکرا کر بولا:

"میرا خیال ہے تم لوگوں پر میرا راز فاش ہو چکا ہو گا۔"

انسپکٹر نے جھک کر کہا:

"ہاں — تم نے ڈاکٹری ایسے معزز پیشے کو جس طرح ذلیل کیا ہے اس پر تمہیں شرم آنی چاہیے۔"

ڈاکٹر والڈن نے غصے کے ساتھ کہا:

"میں نے جو کچھ کیا اس کا میں خود ذمے دار ہوں۔ تم اپنا کام پورا کرو۔ اپنی ڈیوٹی پوری کرو۔ مجھے ہتھکڑی لگاؤ اور عدالت میں لے جا کر پیش کرو۔"

"وہ تو میں ضرور کروں گا اور یہی سلوک تمہارے اس ساتھی کے ساتھ بھی کروں گا جس کو تم نے اپنے شیطانی کام میں شامل کر رکھا تھا۔ اب تمہارے ساتھ وہ بھی پھانسی کے تختے کی سیر کرے گا۔"

چیف انسپکٹر خفیہ پولیس نے اشارہ کیا۔ اسی وقت ڈاکٹر والڈن اور اس کے حبشی ملازم کی رسیاں کھول کر انہیں ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔ پھر انہیں گھوڑا گاڑی میں سوار کروا کر پولیس اپنے ساتھ حوالات کی طرف لے گئی۔ چیف انسپکٹر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پولیس نے عنبر سے کہا:

"میرے دوست! اس شہر کے لوگ تمہارے احسان کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ تم نے انسان کی بھلائی کے لیے ایک یادگار کام کیا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"یہ میرا انسانی فرض تھا جو میں نے ادا کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر انسان اس پوزیشن میں ہو کر وہ کسی دوسرے دکھی انسان کی مدد کر سکے تو اسے ضرور مدد کرنی چاہیے۔"

انسپکٹر نے کہا:

"لیکن میرے دوست! اتنا بڑا گوریلا تمہارے قابو کس طرح آ گیا؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"میرے پاس گوریلے کو قابو کرنے کا ایک گُر ہے۔ میں نے وہ گُر استعمال کر کے اسے پکڑ لیا۔"

انسپکٹر نے کہا:

"کیا تم مجھے وہ گُر نہیں سکھاؤ گے؟"

عنبر بولا:

"سکھا نہیں سکتا لیکن اگر کبھی تمہیں کسی گوریلے نے

تنگ کیا تو تمہیں اس سے نجات ضرور دلا دوں گا"

وہ اور انسپکٹر خفیہ پولیس گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور پولیس کے دستے کے ساتھ ہیڈ کوارٹر کی طرف چل پڑے۔ وہ آہستہ آہستہ گھوڑوں کو دوڑانے لگے۔ شہر میں داخل ہونے سے پہلے وہ ایک ایسے راستے سے گزر رہے تھے جہاں درختوں نے اپنا سایہ کیا ہوا تھا۔ وہ گھوڑے دوڑاتے جا رہے تھے۔ اچانک آگے درخت کا ایک موٹا تنا آ گیا۔ انسپکٹر نے چلا کر عنبر کو خبردار کیا۔

"سر نیچے کر لینا۔ درخت کی شاخ آ رہی ہے۔"

عنبر مسکرایا۔

انسپکٹر نے گردن نیچی کر لی مگر عنبر نے اپنا سر نہ جھکایا۔ اس کا سر زور سے درخت کے تنے سے ٹکرایا۔ انسپکٹر کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں۔ سپاہی بھی رک گئے۔ اسے یقین تھا کہ عنبر کی گردن ٹوٹ چکی ہو گی مگر وہ یہ دیکھ کر ہکا بکا ہو کر رہ گیا کہ عنبر کا سر سلامت تھا اور درخت کا تنا ٹوٹ کر نیچے گرا ہوا تھا۔ سپاہی بھی عنبر کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انسپکٹر گھوڑے کو قدم قدم چلاتا عنبر کے پاس آیا۔ عنبر مسکرا رہا تھا۔

چیف انسپکٹر آف سکاٹ لینڈ یارڈ نے اپنی زندگی میں بڑی بڑی عجیب چیزیں دیکھی تھیں۔ ابھی ابھی اس نے ایک گوریلے کو انسان بنتے دیکھا تھا مگر ایسا کبھی نہیں دیکھا تھا کہ ایک آدمی کا سر درخت کے موٹے تھن کے ساتھ زور سے ٹکرائے اور بجائے اس کے کہ آدمی کا سر پاش پاش ہو جائے درخت کا تھن ٹوٹ کر نیچے گر پڑے۔

انسپکٹر نے عنبر سے کہا:

"مسٹر عنبر! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟"

عنبر نے کہا:

"انسپکٹر! یہ وہی گُر ہے جس گُر کی مدد سے میں نے اتنے طاقت ور گوریلے کو قابو کیا تھا۔"

"لیکن ——" انسپکٹر بولا: "لیکن —— یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

عنبر نے انسپکٹر کو آنکھ مارتے ہوئے کہا:

"مائی ڈیئر انسپکٹر! انسان کی نیت نیک ہو تو اس دنیا میں سب کچھ ہو سکتا ہے۔ آؤ اب

چلیں۔"

اور عنبر گھوڑا دوڑاتے آگے آگے چل دیا۔ چیف انسپکٹر نے اپنے سپاہیوں کی طرف ایک نظر دیکھا اور پھر وہ بھی گھوڑا دوڑاتے ہوئے عنبر کے پیچھے روانہ ہو گیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر کی لاش پھینک دو

ڈاکٹر والٹن کی لیبارٹری کو لوگوں نے آگ لگا دی۔

ڈاکٹر والٹن اور اس کے حبشی ملازم پر مقدمہ چلا اور دونوں کو پھانسی کی سزا ہو گئی۔ مارتھا بالکل تندرست ہو گئی تھی۔ سکاٹ لینڈ یارڈ کے چیف انسپکٹر نے عنبر کو اپنے محکمے میں چیف جاسوس کی نوکری کی پیش کش کی۔ مگر عنبر نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ وہ لندن میں زیادہ دن نہیں ٹھہرے گا۔ اسے بہت جلد واپس مصر اپنے ماں باپ کے پاس جانا ہو گا۔

ایک رات عنبر شہر کے باغ میں سیر کر رہا تھا۔ موسم بڑا صاف تھا۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے تھوڑی دیر بعد چاند نکل آیا۔ عنبر باغ کے ایک بنچ پر بیٹھا ناگ ماریا اور کیٹی کو یاد کر رہا تھا کہ جانے وہ کس حال میں ہوں گے اور اس کی تلاش میں ہوں گے اور اس کی تلاش میں کہاں مارے مارے پھر رہے ہوں گے۔ اچانک اسے

اپنی انگوٹھی کا خیال آیا کہ کیوں نہ نگینے کو رگڑ کر کچھ منظر دیکھے۔ ہو سکتا ہے اسے ناگ ماریا ہی نظر آ جائیں۔ کیونکہ انگوٹھی میں وہ جو چاہے نہیں دیکھ سکتا تھا بلکہ انگوٹھی کی اپنی مرضی تھی کہ اسے جو چاہے دکھا دے۔

عنبر نے انگوٹھی کے نگینے کو ہاتھ سے مل کر زور سے انگوٹھے کے ساتھ رگڑا تو نگینے کی لکیریں غائب ہو گئیں اور وہاں ایک فلم کی طرح تصویر ابھر آئی۔ کیا دیکھتا ہے کہ پہاڑیوں کے درمیان ایک چھوٹا سا میدان ہے۔ لوگ ہاتھوں میں پتھر لیے کھڑے ہیں۔ تلواریں اور نیزے لیے سپاہی ارد گرد پہرہ دے رہے ہیں۔ ایک نوجوان کو جس کے بال سیاہ اور چہرہ روشن ہے چار سپاہی پکڑ کر لاتے ہیں۔ دو سپاہیوں نے پہلے سے ایک گڑھا کھود رکھا ہے۔ ایک بوڑھی عورت روتے ہوئے نوجوان کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

"میرے بیٹے کو سنگسار مت کرو۔ وہ بے قصور ہے۔

اس نے چوری نہیں کی۔"

سپاہی عورت کو بار بار پیچھے دھکیل رہے ہیں۔ نوجوان کے چہرے پر سکون ہے اور اس کے لمبے سیاہ بال ہوا میں لہرا رہے ہیں۔ وہ کسی کو کچھ نہیں کہہ رہا۔ عنبر فوراً سمجھ گیا کہ اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نوجوان کو زمین میں گاڑ کر لوگ اسے پتھر ماریں گے یہاں تک
کہ وہ لہولہان ہو کر مر جائے گا۔ اس نے چوری کی ہوگی
جس کی سزا میں اسے زمین میں گردن تک گاڑ کر سنگسار کر دیا
جائے گا۔

عنبر نے کہا:

"یہ کیا سین ابھر آیا ہے۔ کوئی دوسرا منظر آنا چاہیے
تھا۔"

عنبر نے ابھی اتنا کہا ہی تھا کہ اس کی دونوں آنکھیں
اپنے آپ بند ہو گئیں۔ آنکھوں کے پپوٹے آپس میں اتنی سختی
سے جُڑ گئے کہ عنبر کے لاکھ کوشش کرنے کے باوجود وہ نہ
کھل سکے۔ عنبر پریشان ہو گیا۔ پھر ایک دم سے اسے جیسے
کسی نے زمین پر سے اوپر ہوا میں اچھال دیا۔ اس کے بعد
وہ ہوا میں آہستہ آہستہ نیچے گرنے لگا۔

اب اس نے کوشش کی تو اس کی آنکھیں فوراً کھل گئیں۔
کیا دیکھتا ہے کہ وہ اسی میدان میں موجود ہے جہاں روشن
چہرے والے نوجوان کو سپاہی سنگسار کرنے کے لیے جا رہے تھے
اور اس کی ماں بین کرتی آ رہی تھی۔ عنبر پریشان ہو گیا کہ یہ
انگوٹھی اس کے ساتھ ہر بار کیا مذاق کرتی ہے کہ جو وہ منظر
نگینے میں دیکھتا ہے انگوٹھی اسے وہیں پہنچا دیتی ہے۔ مگر اب

وہ اس زمانے میں آ چکا تھا۔ اب وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔
اس نے نوجوان کی ماں کو روتے اور اپنے بیٹے کے لیے
بین کرتے دیکھا تو اس کا دل ہل گیا اور اس نے نوجوان کو
بچانے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ ہجوم میں آگے بڑھا اور سپاہیوں سے بولا:

"بھائیو! کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ تم اس نوجوان پر رحم
کرو اور اسے چھوڑ دو؟"

سپاہی بولا:

"اس نے چوری کی ہے اور اس ملک میں چوری کی
سزا یہ دی جاتی ہے کہ چور کو زمین میں گاڑ کر اسے
پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ ہاں اس کو
چھوڑنے کی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ اس کی
جگہ اس کے خاندان کا کوئی اور نوجوان اس کی جگہ مرنے
کو تیار ہو جائے۔ پھر ہم اسے چھوڑ دیں گے۔"

عنبر نے کہا:

"تو پھر میں اس کی جگہ اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔"

"تم کون ہو؟" دوسرے سپاہی نے پوچھا۔

لوگ تعجب سے عنبر کو دیکھ رہے تھے جو ایک مرنے
والے کی جگہ اپنی جان کی قربانی پیش کرنے والا تھا۔ نوجوان کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

چہرے پر مسکراہٹ اور سکون تھا۔ اس کی ماں بھی آنسو بہا کر رحم طلب نظروں سے عنبر کو تک رہی تھی۔

عنبر نے کہا:

"بھائیو! میں اس نوجوان کا قریبی رشتے دار ہوں۔ عرصہ ہوا سوداگری کرنے ملک یمن گیا ہوا تھا۔ آج ہی وطن واپس آیا ہوں۔ میں اس کی جگہ اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں۔ اسے چھوڑ دو اور اس کی جگہ مجھے سنگسار کر دو"

سپاہیوں نے کہا:

"ایک بار پھر سوچ لو۔ تم بڑی بُری طرح مار دیئے جاؤ گے"

عنبر نے کہا:

"مجھے منظور ہے۔ اس نوجوان کو چھوڑ کر مجھے پکڑ لو۔ میں مرنے کو تیار ہوں"

سپاہیوں کے سردار نے اشارہ کیا۔ روشن چہرے والے نوجوان کو چھوڑ دیا گیا۔ اس کی ماں اپنے بیٹے سے لپٹ گئی اور سپاہیوں نے عنبر کو پکڑ لیا اور اسے زمین میں گاڑنے لگے۔

روشن نوجوان نے ہاتھ بلند کر کے کہا:

"تم لوگ اس نوجوان کو نہیں مار سکو گے جس طرح کہ تم مجھے نہیں مار سکے۔ خدا نے مجھے بچا لیا ہے۔ کیوں کہ میں بے گناہ تھا۔ خدا اسے بھی بچا لے گا۔ کیوں کہ اس نے بھی کوئی گناہ نہیں کیا"

سپاہیوں کے سردار نے تلوار والا ہاتھ بلند کر کے کہا:

"اے نوجوان! اپنی جان بچا کر اپنی بوڑھی ماں کے ساتھ یہاں سے چلا جا اور خدا کا شکر ادا کر کہ اس نوجوان نے تیری موت اپنے سر لے لی"

بوڑھی ماں نے اپنے روشن چہرے والے بیٹے کو ساتھ لیا اور اسے زبردستی اپنے ساتھ ہجوم سے باہر لے گئی پھر وہ ایک چٹان کے اوپر آ کر کھڑے ہو گئے۔ نوجوان کے چہرے پر نور چمک رہا تھا۔ اس نے آسمان کی طرف چہرہ اٹھا کر کہا:

"اے خدا! تو گواہ رہنا کہ میں نے ان لوگوں کو تمہارا پیغام دیا مگر انہوں نے نافرمانی کی اور اب تیرے عذاب سے انہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔ یہ بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اس نوجوان نے میری جگہ لے لی ہے تو اسے اپنی امان میں رکھنا۔ میری طرح یہ بھی بے گناہ ہے"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

روشن نوجوان کی بوڑھی ماں اسے گھر کی طرف کھینچ رہی تھی مگر روشن نوجوان نے بڑے ادب سے کہا:

"میری محترم والدہ! ایک پل ٹھہرو۔ اور مجھے خدا کی شان کا نظارہ کر لینے دو۔"

عنبر کو جب گردن تک زمین میں گاڑ دیا گیا تو سردار نے بلند آواز سے پوچھا:

"کیا تم آخری بار کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"کچھ نہیں۔ کیوں کہ یہ میری آخری بار نہیں ہے۔"

سردار نے قہقہہ لگایا اور کہا:

"ابھی تمہیں پتہ چل جائے گا کہ یہ تمہاری آخری بار ہے۔ تم نے اس ملک کے ایک باغی نوجوان کی جگہ اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالا ہے۔ اب موت کا مزہ چکھو۔"

اور اس نے سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ سپاہی پیچھے ہٹ آئے۔ اب میدان کے درمیان میں عنبر گردن تک زمین میں دھنسا ہوا تھا۔ صرف اس کی گردن ہی زمین سے باہر تھی۔ روشن نوجوان چٹان کے اوپر کھڑا یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔ اس کا دل عنبر کے لیے دعا کرنے میں مشغول تھا۔ سردار نے

لوگوں کی طرف دیکھ کر بلند آواز میں کہا:

"اس نوجوان کو پتھر مار مار کر ہلاک کر ڈالو۔"

اتنا سننا تھا کہ لوگوں نے عنبر پر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔ لوگوں نے اپنے پاس پتھروں کے ڈھیر لگا رکھے تھے۔ وہ پتھر اٹھاتے اور عنبر کے منہ ناک اور آنکھ کا نشانہ لگا کر زور سے پھینک دیتے۔ پتھر عنبر کے چہرے پر آ کر لگ رہے تھے۔ مگر خون نہیں نکل رہا تھا اور اسے کہیں چوٹ بھی نہیں آ رہی تھی۔ پتھر اس کے چہرے سے لگ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے تھے۔ مگر عنبر نے سوچا کہ یہاں مر جانے کا بہانہ کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اگر وہ نہ مرا تو سپاہی دوبارہ روشن نوجوان کو گرفتار کریں گے۔

چنانچہ عنبر نے اپنے سر کو یوں ایک طرف ڈال دیا جیسے مر گیا ہو۔ اس نے اپنا سانس بھی اوپر کو کھینچ لیا۔ دس منٹ بعد جب سپاہیوں کو یقین ہو گیا کہ عنبر مر چکا ہے تو انہوں نے اسے زمین میں سے باہر نکالا۔ سپاہی حیران تھے کہ عنبر کے چہرے سے ذرا بھی خون نہیں بہا۔

سردار نے کہا:

"بزدل آدمی تھا۔ اس کا خون مرنے سے پہلے ہی خشک ہو گیا تھا۔ اس کی لاش میدان میں پھینک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وہ تا کہ چیل اور گدھ اپنا پیٹ بھریں۔"

سپاہیوں نے عنبر کی "لاش" کو میدان میں پھینک دیا اور وہاں سے گھوڑوں پر سوار ہو کر سپاہی قلعے کی طرف روانہ ہو گئے۔ لوگ بھی ایک ایک کر کے وہاں سے اپنے اپنے گھروں کی طرف چل دیئے۔ روشن نوجوان ابھی تک چٹان کے اوپر کھڑا یہ نظارہ دیکھ رہا تھا۔

اس کی ماں نے کہا:

"بیٹا! اس نے تم پر جان قربان کر دی وہ تمہارا پرستار تھا۔ تمہارا مرید تھا۔ خدا نے تمہیں بچا لیا۔ اب واپس چلو"

روشن نوجوان نے کہا:

"اماں جان! خدا نے اسے بھی بچا لیا ہے۔"

عورت بولی:

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو۔ میں اپنی آنکھوں کے سامنے اس کی لاش میدان میں پڑی دیکھ رہی ہوں اور لاش پر گدھ منڈلانے لگے ہیں۔"

روشن نوجوان نے کہا:

"جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں دیکھ رہی ہو اماں جان۔"

"بیٹا اب تم یہاں کب تک کھڑے رہو گے؟"

"میرے ساتھ آؤ ماں!"

اور نوجوان چٹان سے نیچے اُترنے لگا۔ اس کی بوڑھی ماں پیچھے پیچھے تھی۔ میدان بالکل خالی تھا سب لوگ عنبر کی "لاش" کو گدھوں اور چیل کوؤں کے حوالے کر کے وہاں سے جا چکے تھے۔ روشن نوجوان عنبر کی لاش کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے بولا:

"میں جانتا ہوں تم زندہ ہو۔ کیا تم ہمارے ساتھ ہماری جھونپڑی میں چل کر خشک پھل اور دودھ قبول نہیں کرو گے دوست؟"

عنبر نے آنکھیں کھول دیں اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بوڑھی عورت حیران ہو گئی کہ مردہ کیسے زندہ ہو گیا؟ عنبر کو روشن نوجوان نے گلے لگا لیا۔

عنبر نے کہا:

"مجھے آپ کی دعوت قبول کر کے خوشی ہو گی مگر یہ کون سا زمانہ ہے؟ کون سا ملک ہے؟ اور یہاں کس کی حکومت ہے؟"

روشن نوجوان مسکرایا، کہنے لگا:

"میرے دوست! میرے بھائی! ہماری جھونپڑی میں چلو۔ تمہیں سب کچھ بتا دیا جائے گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور عنبر اس روشن نوجوان کے ساتھ چلتا پہاڑیوں پر ایک ندی کے کنارے بنی ہوئی جھونپڑی میں آ گیا۔ ندی پر پتھروں کے درمیان شفاف پانی بہہ رہا تھا۔ جھونپڑی میں گھاس پھونس بچھی تھی اور مٹی کے کٹورے پڑے تھے۔ ایک گھڑے میں پانی تھا اور ایک کٹورا بکری کے دودھ سے بھرا ہوا تھا۔ جھونپڑی کے باہر بکری بندھی ہوئی تھی۔ بوڑھی عورت نے جھونپڑی کے آگے چٹائی بچھا دی۔ عنبر اور روشن نوجوان چٹائی پر بیٹھ گئے۔ عورت نے عنبر کو دودھ اور خشک میوے پیش کیے۔

عورت نے عنبر سے پوچھا:

"بیٹا تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ اس سے پہلے میں نے تمہیں کبھی نہیں دیکھا اور ـــ تم نے میرے بیٹے کی جگہ اپنی جان کیوں پیش کی؟ کیا تم میرے بیٹے کے مُرید ہو؟"

عنبر خاموش رہا۔ روشن نوجوان کے لبوں پر پرسکون مسکراہٹ تھی۔ اس نے اپنی ماں کی طرف دیکھ کر کہا:

"اماں جان! نہ یہ نوجوان اس زمانے کا ہے اور نہ یہ میرا مرید ہے۔ اسے خدا نے میری مدد کے لیے بہت دور کے زمانے سے میرے پاس بھیج دیا ہے۔"

عورت بولی:

"بیٹا تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں اتنا جانتی ہوں کہ تو نیک ہے۔ ایک خدا کو مانتا ہے اور بتوں کی پوجا نہیں کرتا۔"

عنبر نے پوچھا:

"کیا تم خدا کے درویش ہو؟"

روشن نوجوان نے آسمان کی طرف دیکھا۔ ایک سرد آہ بھری اور کہا:

"میں ایک خدا کا بندہ ہوں اور خدا کی طرف سے لوگوں کو یہ سمجھانے اس دنیا میں آیا ہوں کہ وہ ایک دوسرے کا مال نہ کھائیں۔ ایک دوسرے کو قتل نہ کریں۔ شراب نہ پئیں۔ جُوا نہ کھیلیں اور گناہوں سے توبہ کریں۔"

عنبر نے کہا:

"کیا تم کوئی اسرائیلی پیغمبر ہو؟"

روشن نوجوان بولا:

"میں پیغمبروں کے پاؤں کی خاک ہوں خود کوئی پیغمبر نہیں ہوں۔ کیوں کہ میرے پاس کوئی کتاب نہیں ہے۔ میں گزرے ہوئے پیغمبروں کے پیغام کو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

آگے بڑھانے کے لیے آیا ہوں۔ ہاں پیغمبر میرے بعد آئیں گے"۔

بوڑھی عورت نے کہا:

"بیٹا! بس اس کی انہی باتوں کی وجہ سے بادشاہ اس کی جان کا دشمن ہو گیا۔ بتوں کے پجاری اس کی جان کے قاتل بن گئے اور انہوں نے جھوٹے سچے قانون کا منہ رکھنے کے لیے میرے بچے پر چوری کا جھوٹا الزام لگا کر اسے موت کی سزا دے دی۔ لیکن تم نے آکر اس کی جان بچا لی"۔

روشن نوجوان بولا:

"خدا کو میری زندگی منظور تھی۔ جب تم نے وہاں میدان میں آکر یہ کہا کہ کیا اس کی جان بچ سکتی ہے تو سپاہیوں اور سردار نے لوگوں کے سامنے قانون کا منہ رکھنے کے لیے کہہ دیا کہ ہاں اگر اس کی جگہ کوئی دوسرا شخص اپنی جان پیش کرے تو اس کی جان بچ سکتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ سپاہیوں کو کوئی علم نہیں تھا کہ بادشاہ اور بڑا پروہت مجھے ہی مارنا چاہتے ہیں"۔

بوڑھی عورت نے کہا:

"اسی لیے تو میں اسے کہہ رہی ہوں کہ یہاں سے بھاگ چلو کیوں کہ بادشاہ اور بڑا پجاری اب میرے بچے کو کسی دوسری سازش سے قتل کروانے کی کوشش کریں گے"۔

روشن نوجوان نے کہا:

"ہاں — وہ ضرور کوشش کریں گے۔ کیوں کہ میں انہیں اور لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتا ہوں اور بُرے کاموں سے روکتا ہوں۔ مگر میں بھاگوں گا نہیں۔ کیوں کہ میں بھاگنے کے لیے نہیں بلکہ لوگوں میں رہ کر گذرے ہوئے پیغمبروں اور آنے والے پیغمبروں کی نیک باتیں بتانے آیا ہوں"۔

بوڑھی عورت نے عنبر سے کہا:

"بیٹا تم ہی اسے کچھ سمجھاؤ۔ یہ میری بات نہیں سنتا۔ اگر یہ اس شہر میں رہا تو بادشاہ اور پروہت اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔

عنبر نے کہا:

"تمہاری ماں ٹھیک کہتی ہے۔ تمہیں یہاں سے کسی دوسرے ملک چلے جانا چاہیے"۔

روشن نوجوان کہنے لگا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس ملک کو گناہوں میں ڈوبا ہوا چھوڑ کر چلا جاؤں میں خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ جب تک اس ملک میں خدا کا نام روشن نہیں ہو جاتا میں کہیں نہیں جاؤں گا۔"

عنبر خاموش ہو گیا۔ بوڑھی عورت سر جھکا کر چٹائی کے کونے پر بیٹھ گئی۔ روشن نوجوان نے عنبر سے کہا:

"تم نے دودھ نہیں پیا میرے دوست؟"

عنبر نے دودھ کا ایک گھونٹ پی کر پیالہ رکھ دیا۔ روشن نوجوان کہنے لگا:

"میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے میری دعوت قبول کی حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تمہیں کھانے پینے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔"

عنبر نے چونک کر روشن نوجوان کی طرف دیکھا:

"کیا تم — تم —"

روشن نوجوان نے مسکراتے ہوئے عنبر کے کندھے پر بڑی شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

"ہاں میرے دوست! میں تمہارے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔"

پھر اس نے عنبر کی انگلی میں پڑی ہوئی انگوٹھی کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"یہ انگوٹھی خدا کے حکم سے تمہیں میرے پاس لے آئی ہے اور جس انگریز عورت نے تمہیں یہ انگوٹھی دی تھی وہ بڑی نیک اور پاک دامن عورت تھی۔ اسی لیے خدا نے تمہاری مدد سے اس کی عزت اور اس کی جان بچا لی۔"

عنبر نے بے تابی سے پوچھا:

"تم بھی خدا کے نیک بندے ہو۔ اگر تم اتنا کچھ جانتے ہو تو مجھے یہ بھی بتاؤ کہ میرے ساتھی ناگ اور ماریا کہاں ہیں؟"

روشن نوجوان نے کہا:

"میرے دوست عنبر!"

عنبر چونک کر بولا:

"کیا تم میرا نام بھی جانتے ہو؟"

روشن نوجوان بولا:

"میں ناگ اور ماریا اور تمہاری تیسری ساتھی خلائی لڑکی کیٹی کو بھی جانتا ہوں۔"

"تو پھر مجھے جلدی سے بتاؤ کہ وہ کہاں ہیں؟" عنبر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے کہا:

روشن نوجوان نے کہا:

"میرے دوست عنبر! ناگ اور ماریا اور کیٹی اس وقت ہمارے زمانے سے ایک ہزار سال آگے کے زمانے میں ملک بابل کی سرحد سے نکل کر ملک شام کی طرف جا رہے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ گھوڑوں پر سوار ہیں۔ ماریا غائب ہے اور کیٹی کے ساتھ گھوڑے پر بیٹھی ہے وہ تمہاری تلاش میں ہیں۔"

عنبر نے کہا:

"کیا تم مجھے اُن کے پاس پہنچا سکتے ہو؟"

روشن نوجوان بولا:

"یہ بات میرے اختیار میں نہیں ہے۔"

عنبر خاموش ہو گیا، پھر بولا:

"کیا تم بتا سکتے ہو کہ میری ان لوگوں سے ملاقات کیسے ہو سکتی ہے؟ اور کب ہو گی؟"

روشن نوجوان نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر آنکھیں کھول کر بولا:

"یہ خدائی راز ہیں۔ میں ان کو فاش نہیں کر سکتا۔

میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ حالات تمہیں ایک دن ضرور آپس میں ملا دیں گے جس طرح اس سے پہلے تم بچھڑ بچھڑ کر ملتے رہے ہو؟"

عنبر اب کیا پوچھتا۔ ویسے وہ اس روشن چہرے والے نوجوان کی روحانی طاقت کا قائل ہو گیا تھا۔ اس میں خدا نے اس کی نیکی کی وجہ سے اتنی طاقت دے دی تھی کہ وہ لوگوں کے دلوں میں جھانک کر ان کے دل کا حال معلوم کر لیتا تھا اور گزرے ہوئے زمانے میں جھانک کر دیکھ سکتا تھا۔ اس کی ماں خاموش بیٹھی تھی۔ پھر وہ اٹھی اور بولی:

"میں جنگل سے کچھ لکڑیاں لینے جا رہی ہوں بیٹا تاکہ تمہارے لیے کھانا تیار کر دوں۔"

عنبر نے کہا:

"اماں — یہاں تو میں پکانے کو کچھ بھی نہیں دیکھ رہا۔"

عورت بولی:

"خدا سب کا رازق ہے۔ وہ ہمارا رزق بھی یہاں بھیج دیتا ہے۔"

عورت کلہاڑی اٹھا کر ندی کے ساتھ ساتھ جنگل کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

طرف چلی گئی۔ روشن نوجوان خاموشی سے اپنی ماں کو جاتے دیکھتا رہا۔ پھر آہ بھر کر بولا:

"اب اس عورت کو ایک مدت کے بعد اپنے بیٹے کی شکل دیکھنی نصیب ہو گی۔"

عنبر بولا:

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ وہ تو ابھی جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر تمہارے پاس آ جائے گی۔"

روشن نوجوان کے ہونٹوں پر بڑی اداس مسکراہٹ پیدا ہوئی اور بولا:

"جب یہ واپس آئے گی تو اس کا بیٹا یہاں موجود نہیں ہو گا۔"

"یہ — یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" عنبر نے کہا:

"خدا کی یہی مرضی ہے اور ہم خدا کی مرضی میں دخل دینے والے کون ہیں۔"

عنبر نے جھٹ کہا:

"میں تمہاری والدہ کو ابھی جا کر بلا لاتا ہوں تا کہ ماں سے اس کا بیٹا جدا نہ ہو اور ماں کو اپنے بچے کی جدائی نہ دیکھنی پڑے۔"

روشن نوجوان نے عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا،

"ہونے والی بات کو کوئی نہیں روک سکتا۔ خاموشی سے بیٹھے رہو اور دیکھو خدا کو کیا منظور ہے۔"

عنبر خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔ بوڑھی عورت کو گئے جب کافی دیر گذر گئی تو چار آدمی ندی کے دوسرے کنارے پر نمودار ہوئے۔ ان کے سر منڈے ہوئے تھے اور جسم پر کالے رنگ کے کپڑے تھے۔ ماتھوں پر سرخ تلک لگے تھے۔ وہ عنبر اور روشن نوجوان کی طرف گھور کر دیکھنے لگے۔

نوجوان نے عنبر سے کہا:

"وہ لوگ آ گئے ہیں۔ اب قدرت کا انوکھا مگر اٹل کھیل شروع ہونے والا ہے۔ یہ آدمی جو سب سے آگے ہے۔ اس ملک کا سب سے بڑا پروہت ہے۔ اور اس سے بڑا جادوگر آج تک پیدا نہیں ہوا۔"

عنبر نے اٹھتے ہوئے کہا:

"یہ لوگ تمہیں پکڑنے آئے ہیں تو میں ان کی گردنیں توڑ دیتا ہوں۔"

روشن نوجوان نے عنبر کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"نہیں عنبر! ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ یہ بہت جلد اپنی موت آپ مر جائیں گے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ان کے باتیں کرتے کرتے بڑے پروہت نے اپنے جھولے میں سے ایک گیند کی طرح کی گول شے نکال کر پھینکی جو روشن نوجوان اور عنبر کے درمیان آ کر گرتے ہی پھٹ گئی اور دھوئیں کا ایک گہرا سفید بادل اُٹھا جس میں وہ دونوں چھُپ گئے۔ جب دھواں چھٹا تو عنبر اور روشن نوجوان وہاں بے ہوش پڑے تھے۔ پروہت نے اشارہ کیا۔

چاروں دوسرے پجاری گھوڑے لیے ندی پار کر کے عنبر اور روشن نوجوان کے پاس آئے اور انہیں گھوڑے پر ڈال کر واپس لے گئے۔ بڑے پروہت نے حکم دیا:

"ان دونوں کو اس ملک کی سرحدوں سے دُور لے جا کر کسی اندھے کنوئیں میں پھینک دو اور اوپر سے کنوئیں کا منہ بند کر دو۔"

اتنا کہہ کر پروہت واپس مڑا اور درختوں میں غائب ہو گیا۔ پجاری دونوں بے ہوش نوجوانوں کو لے کر ایک طرف روانہ ہو گئے۔ وہ پہاڑوں سے نکل کر میدان میں آ گئے۔ ان کے گھوڑے بڑے تیز دوڑ رہے تھے۔ وہ سارا دن سفر کرتے رہے۔ شام کو وہ ایک جگہ رُکے۔ تھوڑی دیر کے لیے آرام کیا اور پھر سفر پر چل پڑے ساری رات

کے سفر کے بعد اگلے دن صبح کے وقت وہ ملک کی سرحد سے کوسوں دور ایک ویرانے میں پہنچ گئے۔ یہاں چاروں طرف اجاڑ میدان تھے۔ ایک جگہ ایک سوکھا درخت کھڑا تھا۔ اس کے نیچے ایک اندھا کنواں تھا جس میں پانی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ پجاریوں نے بے ہوش عنبر اور روشن نوجوان کو اس اندھے کنوئیں میں پھینک کر اس کا منہ جھاڑیوں اور خشک ٹہنیوں سے بند کر دیا اور گھوڑوں پر بیٹھ کر واپس روانہ ہو گئے۔

عنبر کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک اندھے کنوئیں میں گرا پڑا ہے اور روشن نوجوان اس کے قریب ہی پتھروں پر بیٹھا کنوئیں کی دیوار سے ٹیک لگائے اسے مسکراتی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔

"عنبر! خدا کا شکر ہے کہ میری جان بچ گئی۔"

عنبر نے کہا:

"لیکن دوست! آخر ہم یہاں کب تک پڑے رہیں گے۔ ان کم بختوں نے ہمیں بے ہوش کر کے یہاں پھینک دیا تھا۔"

روشن نوجوان بولا:

"جس خدا نے ہماری جان بچائی ہے وہ ہمیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس اندھے کنوئیں سے نکلنے کا سبب بھی پیدا کر دے گا۔"

عنبر بولا:

"لیکن میں یہاں اندھوں کی طرح نہیں پڑا رہ سکتا۔ میں کنوئیں کی دیوار پر بھی نہیں چڑھ سکتا۔ میں اپنی انگوٹھی سے مدد لوں گا۔"

روشن نوجوان نے عنبر کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"نہیں نہیں میرے دوست۔ ایسا نہ کرنا۔ تم کسی اور مصیبت میں نہ پھنس جانا۔ کیوں کہ تم اس انگوٹھی سے ابھی تک پوری طرح واقف نہیں ہوئے یاد رکھو تم اس انگوٹھی میں جو منظر دیکھو گے وہیں پہنچ جاؤ گے۔ خواہ تمہاری مرضی ہو یا نہ ہو۔ اب تک تمہارے ساتھ ایسا ہی ہوتا آیا۔ اس لیے اس انگوٹھی کو سوچ سمجھ کر رگڑا کرو۔"

"تو کیا ہم ساری زندگی اس اندھیرے کنوئیں میں ہی پڑے رہیں گے؟"

"جو خدا کو منظور۔"

عنبر نے جھلا کر کہا:

"لیکن خدا نے ہمیں کوشش کرنے کے لیے بھی

تو کہا ہے۔"

روشن نوجوان مسکرایا:

"میں کوشش کر رہا ہوں۔"

جس وقت یہ دونوں اندھے کنوئیں کے اندر پڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے عین اس وقت باہر دوپہر کا وقت تھا اور دھوپ کی وجہ سے اجاڑ میدان تپ رہا تھا اور پھر ایک جانب سے چار اونٹ سوار نمودار ہوئے۔ ان میں سے ایک اونٹ سوار نے کنوئیں کے درخت کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"یا شیخ! وہ دیکھو درخت ۔۔۔ ضرور اس کے پاس پانی ہو گا۔"

شیخ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا:

"اگر ہمیں یہاں پانی مل جائے تو ہم اپنی چھاگلیں پھر سے بھر لیں گے۔ ابھی دو دن کا سفر پڑا ہے اور چھاگلوں میں پانی آج رات تک کے لیے ہی باقی رہ گیا ہے۔ چلو۔ درخت کی طرف۔"

چاروں اونٹ سوار اونٹوں کو لیے اندھے کنوئیں والے خشک درخت کے پاس آ گئے۔ وہ اونٹوں سے نیچے اتر آئے۔

"یا شیخ! یہاں تو ایک کنواں ہے۔ مگر اسے جھاڑیوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے ڈھک دیا گیا ہے۔"

"جھاڑیاں پرے پھینک دو اور دیکھو اس کے اندر پانی ہے کہ نہیں۔"

شیخ کے حکم سے تینوں آدمی کنوئیں کے اوپر سے جھاڑیاں اور درخت کی ٹہنیاں ہٹانے لگے۔ اتنے میں کنوئیں کے اندر سے آواز آئی۔

"ہمیں باہر نکالو۔"

چاروں اونٹ سوار وہیں ٹھٹھک گئے اور ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے!!

○

زہریلے سانپوں سے بھرا ہوا گڑھا

شیخ نے چلا کر کہا:

"کم بختو میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔ کنوئیں میں جھانک کر دیکھو اندر کوئی انسان ہے۔"

تینوں اونٹ سواروں نے کنوئیں میں جھانکا۔ ان کا سردار شیخ درخت کے نیچے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے وہیں سے پکار کر کہا:

"کون ہے اندر؟"

ایک بولا:

"سردار! اندر دو آدمی ہیں!"

شیخ اٹھ کھڑا ہوا۔ مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر بولا:

"اگر جوان ہوئے تو میں انہیں فروخت کر کے سونے کی پچاس اشرفیاں حاصل کر سکتا ہوں۔"

پھر اس نے حکم دیا:

"تلواریں نکال لو اور رسیاں لے آؤ۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ایک آدمی تلوار نکال کر کھڑا ہو گیا۔ دو آدمیوں نے کنوئیں میں رسی لٹکانے سے پہلے پوچھا:

"تم لوگ کون ہو؟"

"ہم مسافر ہیں۔ سفر پر جا رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے ہمارا سامان لوٹ کر ہمیں کنوئیں میں پھینک دیا۔"

یہ عنبر کی آواز تھی اور روشن نوجوان نے اسے ایسا ہی کہنے کو کہا تھا۔ اوپر سے آواز آئی:

"ہم رسی لٹکا رہے ہیں۔ اسے پکڑ کر باری باری اوپر آ جاؤ۔"

کنوئیں میں رسی لٹکا دی گئی۔

روشن نوجوان نے کہا:

"عنبر! جو واقعات ہونے والے ہیں وہ اسی طرح ہوں گے اور میں ان میں ذرا بھی دخل نہیں دینا چاہتا۔ اس لیے تم باہر جا کر اپنی طاقت ظاہر نہ کرنا اور کسی پر حملہ نہ کرنا نہیں تو میرا سارا کام بگڑ جائے گا اور جن واقعات کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے میں نے خدا کی مرضی کو پورا کرنا ہے وہ اُلٹ پلٹ ہو جائیں گے اور پھر شاید میں کبھی اپنا نیک مقصد پورا نہ کر سکوں گا اور اپنی والدہ سے نہ مل

سکوں گا۔ اس لیے وعدہ کرو کہ باہر نکل کر تم ایک عام کمزور آدمی کی طرح میرے ساتھ رہو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔" عنبر نے مجبور ہو کر کہا:

پھر دونوں باری باری رسی کو پکڑ کر کنوئیں سے باہر آ گئے۔ شیخ نے جب دیکھا کہ وہ دونوں نوجوان ہیں تو بڑا خوش ہوا اور تلوار لہرا کر بولا:

"خبردار اگر تم میں سے کسی نے ذرا سی حرکت کی تو میں اس تلوار سے تمہاری گردنیں اتار دوں گا۔"

اس نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا:

"ان دونوں کو رسیوں سے باندھ کر اونٹ پر ڈال دو۔"

عنبر نے پیچ و تاب کھاتے ہوئے روشن نوجوان کی طرف دیکھا۔ وہ اپنی طرف بڑھتے ہوئے آدمیوں کی گردنیں توڑ ڈالنا چاہتا تھا مگر روشن نوجوان نے اسے ہاتھ کے اشارے سے ایسا کرنے سے روک دیا۔ ان دونوں کو پکڑ کر ان کے ہاتھ پیٹھ کے پیچھے باندھ کر اونٹ پر لاد دیا گیا اور یہ قافلہ آگے روانہ ہو گیا۔

شام کے وقت وہ ایک نخلستان میں پہنچے جہاں کھجوروں کے درخت بھی تھے اور ٹھنڈے پانی کا تالاب بھی تھا۔ یہاں ان سب نے پانی پیا اور کھجوریں کھائیں عنبر اور روشن نوجوان کو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بھی کھلایا پلایا گیا۔ رات کو پھر سفر شروع ہو گیا۔ ساری رات صحرا میں سفر جاری رہا۔

دوسرے دن صبح صبح سامنے ایک شہر کی دیوار اور دروازہ نظر آیا۔

شیخ نے قہقہہ لگا کر کہا:

"ہماری منزل آ گئی ہے۔ اس دفعہ راستے میں خوب موٹا مال ہاتھ لگا۔ اگر یہ غلام بوڑھے ہوتے تو چاندی کا ایک ٹکڑا بھی نہ ملتا۔ اب ان دونوں کی کی پچاس اشرفیاں کھری کروں گا۔ ہاہاہا۔ ہاہا۔"

عنبر اور روشن نوجوان اونٹوں پر ایک دوسرے کی طرف پیٹھ کیے بیٹھے تھے۔ ان کے ہاتھ رسیوں سے پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ شہر میں داخل ہوئے تو لوگ انہیں دیکھ دیکھ کر ہنسنے لگے۔ وہ ان دونوں کو قیدی سمجھے جنہیں پکڑ کر لایا جا رہا تھا۔ شیخ وہاں سے سیدھا اپنے ایک دوست کی حویلی میں آ گیا۔ یہ اس شہر کے ایک مکار اور ظالم ہرمان نامی سوداگر کی حویلی تھی جو غلاموں اور کنیزوں کی تجارت کرتا تھا۔ وہ نوجوان مردوں اور نوجوان عورتوں کو خرید کر آگے فروخت کرتا تھا۔ وہ ناٹے قد کا گھٹی ہوئی موٹی گردن والا بھینسے ایسا آدمی تھا اور اس نے اپنے دوست شیخ کو گلے لگا لیا اور بولا:

"معلوم ہوتا ہے ہمارے لیے اس بار کوئی مال بھی لاتے ہو؟"

شیخ نے عنبر اور روشن نوجوان کو آگے کر دیا۔ ان کے ہاتھوں کی رسیاں کھول دی گئیں۔

ہرمان نے اپنی گھنی کالی ڈاڑھی کھجا کر کہا:

"چالیس اشرفیاں دے سکتا ہوں شیخ۔"

شیخ نے قہقہہ لگایا اور ہرمان کے کندھے پر زور سے ہاتھ مار کر کہا:

"دونوں نوجوان ہیں۔ پچاس اشرفیاں لوں گا۔"

"چلو ۔۔۔ پچاس اشرفیاں منظور۔"

ہرمان نے کہا اور چمڑے کے تھیلے میں سے پچاس اشرفیاں نکال کر شیخ کو دیں اور اپنے ہٹے کٹے حبشی غلام سے کہا:

"ان دونوں کو لے جا کر بند کر دو۔ اگر یہ کوئی ایسی ویسی حرکت کریں تو ان کے جسم گرم لوہے سے داغ دو۔"

عنبر اور روشن نوجوان کو حویلی کی پچھلی کوٹھڑی میں لے جا کر بند کر دیا گیا اور ان کے پاؤں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال دی گئیں جب غلام کوٹھڑی کا دروازہ بند کر کے چلا گیا تو عنبر نے غصے میں کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کیا اسی دن کے لیے تم مجھے یہاں لائے تھے؟ خدا کی قسم تم نے مجھے ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔ اگر مجھے خبر ہوتی کہ میرے ساتھ تم یہ سلوک کرو گے تو میں کبھی تمہاری جگہ اپنے آپ کو پیش نہ کرتا۔"

روشن نوجوان کے چہرے پر وہی نور اور سکون تھا۔ دھیمی اور میٹھی آواز میں کہنے لگا:

"عنبر! تم تو بہت صبر کرنے والے ہو۔ تم نے اپنے پانچ ہزار سال کے سفر میں اور اب واپسی کے سفر میں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں اور کبھی اُف نہیں کی پھر تم کیوں گھبرا گئے؟"

عنبر نے کہا:

"لیکن میں ہر جگہ اپنی طاقت استعمال کرتا رہا ہوں۔ اب تو تم نے مجھے بے بس کر کے رکھ دیا ہے۔ تم نے مجھے اپنی زبردست طاقت استعمال کرنے سے روک دیا ہے۔"

روشن نوجوان بولا:

"یہی خدا کی مرضی ہے۔ تم خاموش رہو اور دیکھتے چلو کہ آگے کیا ہوتا ہے۔"

عنبر نے سر جھٹک کر کہا:

"مجبور ہو کر دیکھوں گا۔"

روشن نوجوان مسکرا رہا تھا اور اس کے چہرے کے نور میں اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ خاموش تھا اور دل میں خدا کے حضور دعا کر رہا تھا کہ اے خدا تو ہماری مدد کرنا اور ان لوگوں کو جو برائی کے راستے پر چل رہے ہیں نیکی کی راہ پر چلانا۔ وہ رات انہوں نے کوٹھڑی میں قید رہ کر گزار دی۔ دوسرے دن وہ حبشی غلام اندر آئے اور عنبر اور روشن نوجوان کو کھانا دیا اور کہا:

"آج شام تمہیں بیچ دیا جائے گا۔"

روشن نوجوان نے کہا:

"جو خدا کی مرضی ہو گی وہی ہو گا۔"

عنبر نے غصے میں غلاموں کی طرف دیکھ کر کہا:

"ہمارے پاؤں کی بیڑیاں کب کاٹو گے؟"

حبشی غلام قہقہہ مار کر ہنسا:

"تم غلام ہو۔ جب مالک کی مرضی ہو گی یہ بیڑیاں کاٹ دی جائیں گی۔ جلدی سے کھانا کھاؤ۔ ہمیں برتن لے کر واپس جانا ہے۔"

عنبر اور روشن نوجوان کھانا کھانے لگے۔ اس زمانے میں غلاموں کو اچھا کھانا دیا جاتا تھا تاکہ وہ صحت مند رہیں اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ان کی قیمت زیادہ پڑے۔ اتنے میں ایک غلام نے دوسرے غلام سے کہا:

"یار رات میں نے عجیب خواب دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ میری گردن میں ایک سانپ لپٹا ہوا ہے میں اسے اتار رہا ہوں مگر وہ میری گردن سے چمٹا ہوا ہے۔ الگ نہیں ہوتا۔"

روشن نوجوان نے اس غلام کی طرف دیکھ کر کہا:

"تم آج شام قتل کر دیئے جاؤ گے۔ تمہارے خواب کی یہی تعبیر ہے۔"

غلام نے طیش میں آکر کہا:

"تم جھوٹے ہو۔ خبردار جو میرے بارے میں پھر ایسی بات زبان سے نکالی۔ میں تمہیں ہلاک کر ڈالونگا۔"

روشن نوجوان نے بڑے سکون سے کہا:

"تم خدا کی مرضی کو نہیں ٹال سکتے۔ تمہارے خواب کی یہی تعبیر ہے۔"

غلام نے غصے میں آکر کھانا آگے سے اٹھا لیا اور اپنے ساتھی کو لے کر کوٹھڑی کا دروازہ بند کر کے چلا گیا۔

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"دوست! تمہاری یہی سزا ہے کہ تم بھوکے رہو۔

تم نے خوامخواہ ایک ایسی بات کہہ دی جس کا تمہیں یقین ہی نہیں ہے۔"

روشن نوجوان نے کہا:

"میرے دوست عنبر! اس غلام کے خواب نے مجھے ساری بات بتا دی تھی۔ میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کیا۔ یاد رکھنا۔ آج شام یہ غلام قتل کر دیا جائے گا۔"

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا اور سر کو جھٹک کر بیٹھ گیا۔ وہ سخت بور ہو گیا تھا اس نوجوان سے اور چاہتا تھا کہ وہاں سے بیڑیاں توڑ کر ظلم کرنے والوں کی گردنیں مروڑ کر وہاں سے فرار ہو جائے۔ مگر اس کے آگے مجبور تھا۔ اس کا دل نہیں چاہتا تھا کہ اتنے نیک اور رحم دل نوجوان کو ان ظالموں کے رحم و کرم پہ چھوڑ جائے۔ صبر کر کے چپکا بیٹھا رہا۔

کرنا خدا کا کیا ہوا کہ جس غلام نے رات کو سانپ والا خواب دیکھا تھا وہ اپنے مالک کا کوئی سودا خریدنے شام کے وقت بازار گیا۔ وہاں دکاندار سے اس کا کسی بات پر جھگڑا ہو گیا۔ بات لڑائی تک جا پہنچی دونوں نے خنجر نکال لیے۔ مگر دکاندار زیادہ طاقتور تھا۔ اس لیے ایک ہی وار سے غلام

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کے سینے میں خنجر گھونپ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ حویلی میں شور مچ گیا کہ نئے غلام نے جو بات بتائی تھی وہ صحیح ثابت ہوئی۔ جب ہرمان کو پتہ چلا کہ اس نے ایک ایسا غلام خریدا ہے جو خوابوں کی درست تعبیر بتاتا ہے تو وہ خود چل کر عنبر اور روشن نوجوان کی کوٹھڑی میں آیا اور بولا:

"تم نے میرے غلام کے خواب کی جو تعبیر بتائی تھی وہ بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ اب میں تمہیں ایک لاکھ اشرفیوں کے بدلے بادشاہ کے پاس فروخت کروں گا۔"

عنبر نے کہا:

"میرے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا؟"

ہرمان بولا:

"تم بھی اس کے ساتھ ہی بیچے جاؤ گے۔"

اور وہ قہقہہ لگاتا چلا گیا۔

دو روز بعد روشن نوجوان اور عنبر کو شاہی محل میں فروخت کر دیا گیا۔ انہیں شاہی محل کے قید خانے میں ڈال دیا گیا۔

عنبر نے کہا:

"سوائے اس کے کیا فرق پڑا ہے کہ ہم ایک قید خانے سے نکل کر دوسرے قید خانے میں آ

گئے ہیں۔"

روشن نوجوان مسکرا کر بولا:

"خاموشی سے دیکھتے جاؤ کہ خدا کی مرضی کیا ہے۔"

عنبر دیوار کو مکا مارتے مارتے رہ گیا۔

"میں تنگ آ گیا ہوں یہاں غلاموں کی طرح پڑے پڑے۔"

روشن نوجوان نے عنبر کو میٹھے لہجے میں کہا:

"صبر میرے دوست صبر۔"

اور عنبر سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

شاہی جیل میں آتے انہیں دس روز ہو گئے تھے کہ ایک روز بادشاہ نے روشن نوجوان کو طلب کیا اور کہا:

"سنا ہے کہ تم خوابوں کی تعبیر صحیح بتاتے ہو۔"

روشن نوجوان بولا:

"اگر خواب سچا ہو تو اس کی تعبیر بھی سچی ہوتی ہے۔"

بادشاہ نے کہا:

"سنو! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میرے محل کے اوپر ایک گدھ بیٹھا ہے اور اس کی چونچ میں ایک انسان کا بازو ہے جسے وہ کھا رہا ہے۔ کیا تم اس کی تعبیر بتا سکتے ہو؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

روشن نوجوان نے کہا:

"اے بادشاہ! تمہارا خواب سچا ہے۔ اب اس کی تعبیر سنو۔ بہت جلد تمہارے ملک پر ایک ظالم دشمن حملہ کرنے والا ہے۔ اس کے لیے ابھی سے تیاری شروع کر دو۔ اگر تم نے تیاری نہ کی تو دشمن تمہارے ملک کو تباہ کر کے تمہارے تخت پر قبضہ کرے گا۔"

بادشاہ نے کہا:

"یہ حملہ کب تک ہو گا؟"

روشن نوجوان بولا:

"چاند کے دوبارہ طلوع ہونے کے بعد۔"

بادشاہ نے کہا:

"سارا دربار سن رہا ہے۔ دیوتاؤں کی قسم اگر تمہاری تعبیر غلط نکلی تو میں تمہارا سر اڑا دوں گا۔"

روشن نوجوان نے بڑے اطمینان سے کہا:

"اے بادشاہ! جیسا میں نے کہا ہے ویسا ہی ہو گا۔"

بادشاہ نے اسی وقت جنگی تیاریوں کا حکم جاری کر دیا۔ ٹھیک ایک ماہ بعد اس شہر پر دشمن کی فوجوں کو زبردست شکست ہوئی اور وہ میدان میں ہزاروں لاشیں چھوڑ کر بھاگ اٹھا۔

فتح کی بہت خوشیاں منائی گئیں۔ بادشاہ نے روشن نوجوان کو ایک بار پھر دربار میں طلب کیا اور تخت سے اُتر کر اس کے پاس آیا اور اسے گلے لگا لیا۔ درباریوں نے خوشی سے نعرے لگائے۔

بادشاہ نے اعلان کیا۔

"آج سے میں اس نوجوان کو اپنا وزیر مقرر کرتا ہوں۔"

دربار ایک بار پھر مبارک مبارک کے نعروں سے گونج اٹھا۔ اسی وقت روشن نوجوان کو شاہی لباس پہنایا گیا۔ عنبر کو بھی شاہی لباس پہنایا گیا اور وہ دربار میں بادشاہ کے پاس وزیر کی نشست کے قریب بیٹھ گیا۔ جب دربار ختم ہوا تو روشن نوجوان نے عنبر کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا:

"دیکھا خدا نے ہمیں ہمارے صبر کا پھل دیا۔"

عنبر نے کہا:

"تم ٹھیک کہتے ہو مگر اب کیا ارادے ہیں تمہارے؟"

روشن نوجوان نے کہا:

"میں سب سے پہلے فوج کا ایک دستہ بھیج کر اپنی والدہ کو یہاں بلواؤں گا۔"

"پھر" عنبر نے پوچھا۔

روشن نوجوان بولا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"پھر میں شاہی محل میں بیٹھ کر بادشاہ سے ایسے فرمان جاری کرانے کی کوشش کروں گا جن سے لوگوں کی بھلائی ہو اور ملک سے ظلم کے اندھیرے دُور ہوں اور بتوں کی پوجا بند کر دی جائے۔"

عنبر نے کہا:

"بادشاہ سب کچھ مان لے گا مگر یاد رکھو بتوں کی پوجا والی بات وہ کبھی نہیں مانے گا۔ وہ خود بتوں کی پوجا کرتا ہے۔"

روشن نوجوان نے کہا:

"میں اس کے مندر کے سب سے بڑے بُت کو توڑ ڈالوں گا۔"

عنبر بولا:

"یہ غضب نہ کرنا۔ وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

روشن نوجوان بولا:

"خدا کی یہی مرضی ہے۔ مجھے ایسا ہی کرنا ہو گا۔"

عنبر دل میں افسوس کرنے لگا کہ یہ روشن نوجوان باز نہیں آئے گا اور جو کہتا ہی وہی کرے گا۔ اس نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ ابھی وہ اس سے جدا نہیں ہو گا اور اس پر جو مصیبت پڑے گی اس میں اس کی مدد کرے گا۔

روشن نوجوان نے اپنی ماں کو شاہی محل میں بلوا لیا۔ وہ اپنے بیٹے سے مل کر بہت خوش ہوئی اور یہ دیکھ کر اس کی خوشی اور زیادہ بڑھ گئی کہ اس کا بیٹا بادشاہ کا وزیر بن چکا ہے۔ وہ ہنسی خوشی اپنے بیٹے کے ساتھ رہنے لگی۔ لیکن اس کے بیٹے کی زندگی کا ایک مقصد تھا اور اس نے وہ مقصد پورا کرنا تھا۔ ایک روز اس نے بادشاہ سے کہا کہ وہ بتوں کی پوجا کرنی چھوڑ دے۔ کیوں کہ بت پتھر کے سوا کچھ نہیں ہوتے اور ایک خدا کی عبادت کرے۔

"اے بادشاہ! اگر تم بتوں کی پوجا چھوڑ دو گے۔ تو ساری رعایا بت توڑ ڈالے گی۔ میں تمہیں ایک خدا کی راہ دکھاتا ہوں۔"

یہ سنتا تھا کہ بادشاہ سخت غصے میں آ گیا۔

"اے وزیر! مت بھولو کہ کل تک تم دو ٹکے کے غلام تھے۔ میں نے تمہیں وزیر بنایا ہے۔ اب تمہاری یہ ہمت کہ ہمارے بتوں کی توہین کرو اور مجھے ان کی پوجا کرنے سے منع کرو۔"

روشن نوجوان نے کہا:

"اے بادشاہ! میں خدا کے سوا کسی کا غلام نہیں۔ میں تمہیں نیکی کا راستہ دکھا رہا ہوں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بادشاہ نے کہا:

"سنو اے وزیر! اگر اس کے بعد تم نے ایسی بات زبان سے نکالی تو تمہارے حق میں اچھا نہ ہو گا۔"

اور بادشاہ سخت غصے کی حالت میں چلا گیا۔

اس روز عنبر نے روشن نوجوان کو بہتیرا سمجھایا کہ وہ بادشاہ سے دشمنی مول نہ لے اور اپنی ماں کے ساتھ آرام سے شاہی محل میں زندگی بسر کرے۔

روشن نوجوان نے کہا:

"عنبر! انسان دنیا میں آرام سے زندگی بسر کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ وہ دنیا میں ایک نیک مقصد لے کر آیا ہے اور یہ مقصد خدا کو ایک ماننا۔ اسی کے آگے سجدہ کرنا اور اسی کی عبادت کرنا ہے۔ میں اپنے اس مقصد کو پورا کروں گا خواہ اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔"

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سمجھ گیا کہ روشن نوجوان کو جو کرنا ہے وہ ہر حالت میں کر کے ہی رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دو دن بعد شام کے وقت روشن نوجوان شاہی مندر میں گیا اور کلہاڑے کے ایک ہی وار سے مندر کے سب

سے بڑے دیوتا کے بت کو توڑ ڈالا۔ بت کا سر گردن سے الگ ہو کر فرش پر گرا اور پاش پاش ہو گیا۔ وہاں شور مچ گیا کہ بادشاہ کے وزیر نے شاہی مندر کے بڑے دیوتا کو توڑ ڈالا ہے۔

وزیر کو اسی وقت گرفتار کر لیا گیا۔ بادشاہ نے غصے سے کانپتی ہوئی آواز میں حکم دیا:

"وزیر کو زہریلے سانپوں سے بھرے ہوئے گڑھے میں پھینک دیا جائے۔"

روشن جوان کی ماں کو واپس اس کے ملک کی سرحد پر پہنچا دیا گیا اور عنبر چونکہ روشن جوان کا ساتھی تھا اس لیے اس کے لیے یہ حکم ہوا کہ اسے نوکری سے برخاست کر کے شاہی محل سے نکال دیا جائے۔ عنبر شاہی محل سے نکل کر قلعے کی دیوار کی طرف آیا۔ اس نے ایک سپاہی کو دیکھا جو شاہی محل کی طرف جا رہا تھا۔ عنبر نے اسے بلایا۔ وہ چونکہ عنبر کو جانتا تھا اور ابھی اسے معلوم نہیں تھا کہ عنبر کو شاہی محل سے نکال دیا گیا ہے اس لیے اس کے پاس آ گیا۔ عنبر اسے ایک ضروری بات کرنے کے بہانے درختوں میں لے گیا اور اس کی گردن پر زور سے ہاتھ مارا۔

سپاہی لڑھک کر درخت سے جا ٹکرایا اور بے ہوش

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہو کر گر گیا۔

عنبر نے اس کا لباس پہن لیا اور اب وہ شاہی محل کا ایک عام سپاہی بن کر دوبارہ محل میں داخل ہوا اور شاہی بارہ دری اور دیوان خاص سے ہٹ کر ایک طرف پہرہ دینے لگا۔

بادشاہ کے حکم سے روشن نوجوان کو زنجیروں میں جکڑ دیا گیا اور شاہی سپاہیوں کا ایک دستہ اسے لے کر قلعے کے میدان میں اس گڑھے کی طرف چلا جس میں قسم قسم کے زہریلے سانپ بھرے ہوئے تھے۔ موقع پا کر عنبر بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ بادشاہ خود تخت پر بیٹھا ساتھ ساتھ چل رہا تھا جسے حبشی غلاموں نے اٹھا رکھا تھا۔ وہ ایک ایسے شخص کی درد انگیز موت کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا جس نے اس کے مندر کے سب سے بڑے دیوتا کے بت کو توڑ کر پاش پاش کر دیا تھا۔

سانپوں کے گڑھے کے پاس جا کر بادشاہ کا تخت روک دیا گیا۔ سپاہی دونوں طرف حلقہ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ بادشاہ تخت سے اترا اور گڑھے کے پاس آ گیا۔ گڑھے کے اردگرد تین فٹ کی ایسی چار دیواری بنا دی گئی تھی جس کے اندر لوہے کی کانٹے دار جالی لگی تھی تا کہ سانپ رینگ کر گڑھے

سے باہر نہ آ جائیں۔ بادشاہ نے جھک کر دیکھا۔ گڑھے میں سینکڑوں زہریلے سانپ ایک دوسرے کے اوپر رینگ رہے تھے۔ کسی نے پھن اٹھا رکھا تھا۔ کوئی اپنی دو شاخوں والی زبان لہرا رہا تھا۔ کوئی پھنکار رہا تھا۔ ان میں بنگال کا کوبرا سانپ بھی تھا اور افریقہ کا سیاہ ناگ بھی اور امریکی صحراؤں کا رٹیل سانپ بھی تھا۔ اس میں گرے ہوئے آدمی کے زندہ بچ جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ایک بار بادشاہ کے حکم سے اس گڑھے میں ایک غلام کو گرایا گیا تھا۔ سانپوں نے غلام کو ڈس ڈس کر سیاہ کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا جسم پانی بن کر بہہ گیا اور ہڈیاں باقی رہ گئیں جسے سانپوں نے چاٹ چاٹ کر ختم کر دیا۔

بادشاہ نے حکم دیا:

"وزیر کو لاؤ۔"

روشن نوجوان زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اسے سپاہی آگے لائے۔ اس کے چہرے پر اب بھی وہی پرسکون مسکراہٹ اور نور چمک رہا تھا۔ وہ خاموش تھا اور بالکل گھبرایا ہوا نہیں تھا۔ ادھر عنبر پریشان تھا۔ سپاہی کی وردی میں وہ گڑھے سے کچھ قریب ہو کر کھڑا ہونے لگا تو سالار نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تم اِدھر کیوں آ رہے ہو؟"

عنبر پرے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ گڑھے کے سانپ اس کے جسم میں ناگ کی بُو پا لیں اور روشن نوجوان کو کچھ نہ کہیں۔ مگر ایسا ہونا مشکل نظر آ رہا تھا۔ عنبر ان سانپوں سے اتنے فاصلے پر تھا کہ انہیں اس کی بُو نہیں آ رہی تھی۔

ادھر بادشاہ نے حکم دیا کہ وزیر کو گڑھے میں پھینک دیا جائے۔

چار حبشی غلاموں نے روشن نوجوان کو اوپر اٹھا لیا۔ روشن نوجوان نے دونوں ہاتھ اٹھا کر خدا سے دُعا کی:

"اے خدا! میں نے جو کچھ کیا تیرے نام کو بلند کرنے کے لیے کیا۔ اگر میرا مرجانا ہی بہتر ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اگر تو مجھے زندہ رکھنا چاہتا ہے تو تجھ سے بڑا زندہ رکھنے والا اور کوئی نہیں۔"

غلاموں نے روشن جوان کو سانپوں کے گڑھے میں پھینک دیا۔ عنبر نے منہ دوسری طرف کر لیا۔ کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ سانپ اس نوجوان کو ہرگز زندہ نہیں چھوڑیں گے گڑھے میں خاموشی چھا گئی۔ کسی سانپ کی پھنکار کی آواز

سنائی نہ دی۔ سانپوں کی پہلے پھوں پھوں کرنے کی جو آوازیں آ رہی تھیں اب وہ بھی بند ہو گئی تھیں۔ بادشاہ خود چل کر گڑھے کے پاس گیا کہ دیکھیں کیا معاملہ ہے۔ بادشاہ اور دوسرے درباریوں نے گڑھے میں جھانک کر دیکھا تو انہیں ایک عجیب منظر دکھائی دیا۔ وہ جو کچھ دیکھ رہے تھے اس پر ان کی آنکھوں کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

سانپوں کے گڑھے میں روشن نوجوان خاموشی سے سر جھکائے آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے سے نور کی کرنیں پھوٹ پھوٹ کر گڑھے کو روشن کر رہی تھیں اور سارے کے سارے سانپ اس کے آگے سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔ بادشاہ حیرت سے تک رہا تھا۔ عنبر نے بھی یہ منظر دیکھا تو حیران رہ گیا۔ وہ بھی روشن نوجوان کی روحانی طاقت کا قائل ہو گیا۔

اس نے بادشاہ سے کہا:

"اے بادشاہ! اب یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ اس نوجوان کا خدا تمہارے پتھر کے دیوتاؤں سے زیادہ طاقت ور ہے۔ اس لیے اب اسے باہر نکلوا کر اپنے جھوٹے دیوتاؤں کو پاش پاش کر دے۔ مندروں کو توڑ دے اور ایک خدا کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عبادت کرنے کا حکم جاری کر دے۔"

بادشاہ کسی گہری سوچ میں تھا۔ وہ بار بار نیچے سانپوں کے گڑھے میں دیکھتا۔ وہاں روشن نوجوان اسی طرح خاموش بیٹھا تھا اور سانپوں نے اس کے آگے سر جھکا رکھے تھے۔

عنبر نے کہا:

"اے بادشاہ! تو کیا سوچ رہا ہے۔ اگر تجھے ایک خدا کی طاقت پر یقین نہیں آ رہا تو یہ دیکھ ایک خدا نے جو مجھے معمولی سی طاقت دے رکھی ہے اس کا نمونہ بھی دیکھ۔"

اور عنبر نے اپنے پاس کھڑے ایک سپاہی کو اُٹھا کر زور سے اچھالا۔ سپاہی آسمان میں دور تک اچھلتا چلا گیا۔ جب وہ نیچے گرنے لگا تو عنبر نے اسے تھام کر زمین پر کھڑا کر دیا۔

بادشاہ نے اسی وقت چلا کر کہا:

"اس نوجوان کو باہر نکالو اور مندر کے سارے بت توڑ ڈالو۔ آج سے میرے ملک میں ایک اور صرف ایک خدا کی عبادت ہوا کرے گی۔"

اب سوال یہ تھا کہ گڑھے میں سے روشن نوجوان کو

باہر کون نکالے۔

عنبر نے کہا:

"یہ کام میں کرتا ہوں۔"

عنبر اب اتنا قریب آ چکا تھا کہ سانپوں نے بھی ناگ دیوتا کی بو سونگھ لی تھی۔ وہ بے چین سے ہو کر گڑھے میں ایک طرف ہو گئے۔ عنبر رسے کی مدد سے گڑھے میں اُتر گیا اور روشن نوجوان سے کہا:

"بھائی اب میرے ساتھ اوپر چلو۔ سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے۔ ویسے میں بھی تمہاری روحانی طاقت کو مان گیا ہوں۔"

روشن نوجوان نے کہا:

"خدا جو کچھ کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔"

اور وہ رسّی کو تھام کر گڑھے سے باہر آ گیا۔ اس کے باہر آتے ہی لوگوں نے خوشی سے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ بادشاہ نے روشن نوجوان کو اپنے گلے سے لگا لیا اور کہا:

"مجھے معاف کر دو۔ میں تمہیں غلط سمجھا تھا۔ اب میں نے حکم دے دیا ہے کہ سارے ملک میں ایک ہی خدا کی عبادت ہوگی اور کہیں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کسی بت کی پوجا نہیں ہو گی۔"

روشن نوجوان نے کہا:

"تمہیں اس بات کی مبارک ہو۔ خدا تمہارے ساتھ ہے اور تم پر اپنی برکتیں نازل کرے گا۔"

بادشاہ نے کہا:

"میں تمہیں پھر وزیر بناتا ہوں اور اپنے ہاتھ سے تمہیں شاہی لباس پہنانا چاہتا ہوں۔"

روشن نوجوان نے کہا:

"اے بادشاہ! میرا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ بتوں کا جھوٹا عہد ختم ہوا اور ایک خدا کی حکمرانی کا دور شروع ہو گیا۔ اب مجھے تمہارے شاہی لباس کی حاجت نہیں رہی۔ مجھے اجازت دو کہ کسی دوسری جگہ جا کر خدائے واحد کا نور لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کروں۔"

بادشاہ نے کہا:

"مگر ہماری خواہش تھی کہ تم ہمارے پاس رہتے میری کوئی اولاد نہیں۔ میرے بعد میری حکومت کی باگ ڈور سنبھالتے۔"

روشن نوجوان مسکرایا:

"اے بادشاہ! ہم دنیا میں حکومتوں کی باگ ڈور سنبھالنے نہیں آتے۔ ہم تو غریبوں کی جہالت اور خدا کے نور کو عام کرنے کے لیے آتے ہیں۔ اس لیے اب ہمیں اجازت دو۔"

روشن نوجوان نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا:

"عنبر! کیا تم میرے ساتھ چلو گے یا۔۔۔"

عنبر نے فوراً وردی اتار کر پھینک دی۔ نیچے اس نے اپنے کپڑے پہن رکھے تھے۔ کہنے لگا:

"خدا بچائے اس شاہی لباس سے۔ مجھے میرے سادہ کپڑے ہی پسند ہیں۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

روشن نوجوان نے کہا:

"تو پھر چلو ——— ہم اپنے ملک چلتے ہیں جہاں میں اپنی والدہ سے ملنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے دل کو مجھے دیکھ کر ٹھنڈک پہنچے۔"

روشن نوجوان نے بادشاہ سے ہاتھ ملا کر اسے دعا دی اور عنبر کو ساتھ لے کر شاہی محل کے بڑے دروازے سے باہر نکل گیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بادشاہ کے حکم سے انہیں شاہی نسل کے دو گھوڑے دیئے گئے اور سپاہی انہیں چھوڑنے شہر کے بڑے دروازے تک آئے۔

○

دیوی روشنگ کے اژدہا

سورج غروب ہو رہا تھا۔

روشن نوجوان اور عنبر گھوڑے دوڑاتے صحرا میں چلے جا رہے تھے۔ روشن نوجوان اپنے ملک کی طرف جا رہا تھا جہاں وہ اپنی ماں سے ملنا چاہتا تھا۔ اگرچہ وہاں کا بادشاہ اور شاہی پجاری اس کا دشمن تھا مگر روشن نوجوان نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب وہ اپنے ملک میں جا کر خدا کا نور پھیلائے گا اور بتوں کو توڑ ڈالے گا۔ عنبر نے بھی دل میں یہی فیصلہ کر رکھا تھا۔ تین دن کے سفر کے بعد وہ اپنے ملک کی سرحد کے اندر داخل ہو گئے۔ اس وقت شام نہیں ہوئی تھی۔

روشن نوجوان نے کہا:

"عنبر! رات کا اندھیرا پھیل جائے تو ہم گھر چلیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے میری والدہ کو کوئی نقصان پہنچے۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اچھا خیال ہے۔" عنبر نے کہا:

جب رات گہری ہو گئی اور اندھیرا پھیل گیا تو روشن نوجوان نے عنبر کو ساتھ لیا اور شہر کی دیوار پھاند کر شہر میں داخل ہوا اور سیدھا اپنے گھر جا پہنچا۔ اس کی ماں نے اپنے بیٹے کو دیکھ کر گلے لگا لیا اور خوشی سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ماں نے جھونپڑی کو لیپ پوت کر کچا گھر بنا رکھا تھا۔

اس نے اپنے بیٹے سے کہا:

"بیٹا اب باقی زندگی یہاں کیسے بسر ہو گی۔ یہاں کا بادشاہ ہماری جان کا دشمن ہے۔"

بیٹے نے کہا:

"اماں! میں اس ملک کے بادشاہ کو نیک راہ دکھانے آیا ہوں۔ اب وہ ہمارا دشمن نہیں رہے گا۔"

والدہ نے کہا:

"بیٹا یہ ہرگز نہ سوچنا۔ اگر تم نے اس کے دیوتاؤں کے خلاف کوئی بات کی تو پہلے تو اس نے اندھے کنوئیں میں پھنکوا دیا تھا اب وہ ہم میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

عنبر نے کہا:

"کم از کم مجھے مارنے والا ابھی تک کوئی مائی کا لعل پیدا نہیں ہوا اماں!"

روشن نوجوان مسکرا کر بولا:

"اماں! خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تم گھبراؤ نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

ماں نے کہا:

"بیٹا اپنے دل سے بادشاہ کے دیوتاؤں کو تباہ کرنے کا خیال نکال دو۔"

بیٹا بولا:

"اماں! دیوتا ہمیشہ تباہ ہوئے ہیں۔ یہی خدا کی مرضی ہے اور میں خدا کی مرضی کے مطابق عمل کر رہا ہوں۔"

ماں خاموش ہو گئی اور اتنا کہہ کر چولہے میں آگ جلانے لگی:

"بیٹا تم سفر سے تھک کر آئے ہو۔ میں تمہارے لیے دودھ گرم کرتی ہوں۔"

پھر بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولی:

"میرے لعل! اگر خدا کی یہی مرضی ہے تو پھر میں تمہیں سیدھے راستے سے روکنے والی کون ہوتی ہوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

میرا خدا دیکھ لے گا کہ اگر نیکی کی راہ میں اسے
میری جان کی ضرورت پڑی تو میں اس پر وہ بھی
قربان کر دوں گی۔"

روشن نوجوان نے اپنی ماں کے پاؤں پر ہاتھ رکھ دیئے
اور پھر انہیں چوم کر بولا:

"ماں! اللہ کی رحمتیں تم پر نازل ہوں گی نیکی سے
بڑھ کر کوئی اچھی اور بھلائی کی راہ نہیں ہے۔
اسی میں انسان کی سلامتی ہے۔ نیکی کی راہ میں
اگر موت بھی آ جائے تو وہ موت نہیں بلکہ زندگی
ہی ہوتی ہے۔"

عنبر نے کہا:

"درست! اس دفعہ بتوں کو توڑنے کا دلچسپ کام
میں کروں گا۔"

روشن نوجوان نے کہا:

"عنبر! شاید اس بار ہمیں تکلیف کرنے کی ضرورت
نہ پڑے۔"

عنبر نے کہا:

"تو کیا اس دفعہ بت اپنے آپ ٹوٹ کر گر
پڑیں گے؟"

روشن نوجوان بولا:

"اگر میں خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوتا تو ایسا ہو سکتا تھا
مگر میں پیغمبر نہیں ہوں بلکہ اللہ کے بھیجے ہوئے
پیغمبروں کا غلام ہوں اور خدائے واحد کا پرستار
ہوں۔ اس بار بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے بتوں
کو توڑے گا۔"

دن چڑھا تو روشن نوجوان نے عنبر کو ساتھ لیا۔ ماں
کی دعائیں لیں اور شاہی محل کی طرف چل پڑا۔ شاہی
محل کے دروازے پر اسے پہچان لیا گیا کہ یہ وہی نوجوان
ہے جس کو بادشاہ کے حکم سے پروہتوں نے بے ہوش
کر کے اندھے کنوئیں میں پھینک دیا تھا۔ سپاہیوں نے
اسے پکڑنے کی کوشش کی تو عنبر سپاہیوں کو پکڑ کر آپس میں
اس طرح ٹکرایا کہ دونوں الگ الگ بے ہوش ہو کر گرے
وہاں افراتفری مچ گئی۔ عنبر کی طرف کچھ اور سپاہی تلواریں
لے کر بڑھے۔ عنبر نے ان کی تلواروں کے وار اپنے بازو
پہ لیے اور باری باری سپاہیوں کی تلواریں عنبر کے بازو
سے ٹکرا کر ٹوٹ گئیں۔ باقی سپاہی بھاگ گئے۔ روشن
نوجوان کو پتہ چلا کہ بادشاہ بڑے مندر میں بتوں کی
پوجا کرنے گیا ہوا ہے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اُس نے عنبر سے کہا:

"چلو یہ بھی اچھا ہے۔ آج کفر و ایمان کا فیصلہ وہیں بڑے مندر میں ہو گا۔"

اور وہ دونوں گھوڑے دوڑاتے شاہی مندر کے باہر آ کر گھوڑوں سے اُتر پڑے۔ پجاریوں نے انہیں اندر جانے سے روکا تو عنبر نے دو چار پجاریوں کو وہیں بے ہوش کر کے پھینک دیا اور روشن نوجوان کو لے کر مندر میں داخل ہو گیا۔

اس وقت بادشاہ پوجا کر رہا تھا اور شاہی پروہت چبوترے پر ہاتھ باندھے بڑے دیوتا کے بُت کے آگے کھڑا تھا۔ شور سن کر بادشاہ اور پروہت نے دیکھا کہ عنبر اور روشن نوجوان چلے آ رہے ہیں۔ بادشاہ نے پروہت کی طرف دیکھ کر کہا:

"کیا تم نے اسے کنوئیں میں نہیں پھینکا تھا؟"

"پھینکوا دیا تھا حضور!"

"تو پھر یہ کیسے زندہ بچ گیا؟"

روشن نوجوان نے کہا:

"اے بادشاہ! زندگی اور موت صرف خدائے واحد کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی انسان کسی دوسرے

انسان کو نہ زندہ کر سکتا ہے اور نہ مار سکتا ہے۔"

بادشاہ نے کہا:

"تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو؟"

پروہت نے کہا:

"میرا دیوتا مُردے کو زندہ بھی کر سکتا ہے اور زندہ کو مار بھی سکتا ہے۔"

روشن نوجوان نے کہا:

"پھر میں کیوں زندہ رہا؟"

پروہت بولا:

"تم دیوتا سے دُور تھے۔ اب تم اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی توہین کر رہے ہو۔ وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

بادشاہ نے کہا:

"پروہت! اپنے دیوتا کو حکم دو کہ اس گستاخ کو موت کی نیند سُلا دے۔"

روشن نوجوان نے کہا:

"اس کا دیوتا پتھر کا ہے۔ وہ اپنے منہ پر بیٹھی ہوئی مکھی نہیں اُڑا سکتا۔ پھر وہ ایک انسان کو کیسے موت کی نیند سُلا سکتا ہے بھلا؟"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پروہت کو غصہ آ گیا۔ اس کا چہرہ لال ہو گیا۔ سب پجاری پیچھے پیچھے ہٹ گئے۔ وہ سمجھ گئے کہ اب اس کی خیر نہیں ہے۔ پروہت نے چبوترے پر کھڑے کھڑے لکڑی کی سونٹی اٹھا کر اس پر منتر پڑھا اور روشن نوجوان پر پھینکی۔ سونٹی آتے آتے راستے میں ہی سانپ بن گئی۔ یہ سانپ پھنکارتا ہوا روشن نوجوان پر لپکا۔ روشن نوجوان نے اسے ہاتھ سے پکڑ لیا۔ اس کے ہاتھ میں آتے ہی سانپ کچے دھاگے کی رسی بن گئی۔ اس نے رسی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور بولا:

"اے جھوٹے دیوتاؤں کے پرستار! مجھ پر کوئی اور جادو آزما۔ تاکہ تیرے دل میں کوئی حسرت نہ رہ جائے۔"

پروہت نے منتر پڑھ کر پھونک ماری تو آسمان سے مندر کے فرش پر چھوٹے چھوٹے سانپوں کی بارش ہونے لگی۔ عنبر نے روشن نوجوان کی طرف دیکھا کہ اب وہ کیا کرتا ہے۔ اس نے ہاتھ بلند کر کے زمین پر مارا تو زمین سے ایک بہت بڑا اژدہا باہر نکل آیا اور اس نے تمام چھوٹے چھوٹے سانپوں کو ایک ہی زور دار سانس کھینچ کر نگل کر ہضم کر لیا۔ پروہت بغلیں

جھانکنے لگا۔ مگر وہ بھی بہت بڑا جادوگر تھا۔ آخر اس نے وہی طریقہ استعمال کیا جس سے اس نے عنبر اور روشن نوجوان کو بے ہوش کیا تھا۔ اسے یہ خبر نہیں تھی کہ اس وقت روشن نوجوان کی روحانی طاقت پوری طرح بیدار ہو چکی تھی اور خدا اس کے ساتھ تھا۔

پروہت نے دو گولے پھینکے۔ عنبر اور روشن نوجوان بے ہوش کرنے والے دھوئیں میں پھنس گئے۔ اس دھوئیں میں سے روشن نوجوان کا ہاتھ بلند ہوا اور پھر اتنے زور کا بگولا چلا کہ وہ سارے دھوئیں کو اڑا کر مندر سے باہر لے گیا۔

روشن نوجوان بولا:

"اے پروہت! بتوں سے توبہ کر اور خدائے وحدت کا اقرار کر تیرا کوئی جادو مجھ پر نہیں چلے گا۔"

بادشاہ خاموش کھڑا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ اس کے دل میں پروہت کی قدر کم ہو رہی تھی اور روشن نوجوان کی قدر بڑھ رہی تھی۔ بادشاہ نے پروہت سے کہا:

"تیرا ہر وار خالی جا رہا ہے۔ کیا تمہارے پاس اس نوجوان کو شکست دینے کے لیے کوئی طاقت

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

باقی نہیں رہی ؟"

پروہت نے کہا :

"بادشاہ سلامت! اب میرے دیوتا میری مدد کو آ گئے ہیں۔ میں حملہ کرنے لگا ہوں۔"

اور پروہت نے دیوتا کے پاس جا کر اس کے بُت کے پاؤں کے قریب پڑی ہوئی ایک کنکری اُٹھا کر روشن نوجوان پر پھینکی۔ یہ کنکری ایک بہت بھیانک عفریت بن کر روشن نوجوان کو نگل گئی۔ مندر میں پجاری خوشی سے ناچنے لگے۔ عنبر پریشان ہو گیا۔

پروہت خوش ہو کر بادشاہ سے بولا :

بادشاہ سلامت! ہمارے دیوتا سچّے ہیں۔ اب یہ نوجوان اس بلا کے پیٹ میں چلا گیا ہے اور کبھی باہر نہیں آئے گا۔"

عین اس وقت ایک دھماکہ ہوا اور عفریت یعنی بلا کا جسم پھٹ کر ذرے بن کر ہوا میں بکھر گیا اور لوگوں نے دیکھا کہ روشن نوجوان ایک خوب صورت قالین پر بیٹھا ہے اور اس کے سر کے گرد نور کا ہالہ بنا ہوا ہے۔ قالین مندر کی چھت کی طرف اڑتا ہوا گیا اور پھر دیوتا کے بت کے سر پر جا کر رُک گیا۔

روشن نوجوان نے کہا :

"میں تیرے دیوتا کے بُت کو پاش پاش کر سکتا ہوں مگر یہ کام میں نہیں بلکہ بادشاہ کرے گا۔"

بادشاہ اپنی جگہ پر خاموش کھڑا رہا۔ قالین روشن نوجوان کو لے کر اڑتا ہوا نیچے اتر آیا۔ پروہت کا رنگ کچھ کچھ اڑا ہوا تھا۔ اس کے سارے جادو ناکام ہو گئے تھے۔

روشن نوجوان نے اس کی طرف دیکھا اور کہا :

"اب تک تم نے مجھ پر حملے کیے ہیں۔ اب میں تم پر وار کرتا ہوں۔ اگر تم میں طاقت ہے تو بچ کر دکھاؤ اور میری طاقت کا توڑ نکالو۔"

اس نے جیب سے رسی کا ایک معمولی سا ٹکڑا نکالا اور اسے پروہت کی طرف اچھال دیا۔ رسی ہوا میں بل کھاتی، سانپ کی طرح لہراتی پروہت کی طرف گئی اور اس نے اسے جکڑ کر اس کی گردن میں پھندا ڈال دیا۔ پروہت کا دم گھٹنے لگا۔ اس کی آنکھیں باہر اُبل آئیں۔

اُس نے ہاتھ جوڑ کر کہا :

"مجھے معاف کر دو۔ میری جان بخش دو۔ میرا دیوتا جھوٹا ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

روشن نوجوان نے ہاتھ بلند کیا۔ رسّی نے پروہت کو چھوڑ دیا۔ وہ زمین پر گر پڑا۔

روشن نوجوان بولا:

"میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ لیکن عہد کرو کہ اب ایک خدا کی عبادت کرو گے۔"

پروہت نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا:

"میں عہد کرتا ہوں۔ تمہارا خدا سچا ہے ــــ تم سچے ہو۔"

بادشاہ نے کہا:

"میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اب مجھے ایک خدا کا نور نظر آ گیا ہے۔"

اس کے بعد بادشاہ نے کلہاڑا پکڑا اور دیوتا کے بت کو توڑ توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ پجاری بھی بادشاہ کے ساتھ ہو گئے۔ انہوں نے بھی باقی سارے چھوٹے چھوٹے بت توڑ ڈالے۔

بادشاہ نے روشن نوجوان سے کہا:

"میرے بچے! آج سے تم میرے ساتھ تخت پر بیٹھا کرو گے اور مجھے دین کے معاملوں میں مشورہ دیا کرو گے۔"

روشن نوجوان نے کہا:

"اے بادشاہ! میں تمہارے ساتھ تخت پر نہیں بیٹھوں گا۔ مگر نیکی کے معاملات میں میں تمہیں مشورے ضرور دوں گا۔"

یہ کہہ کر روشن نوجوان نے عنبر کو ساتھ لیا اور ندی کنارے اپنی والدہ کے پاس جھونپڑی والے کچے مکان میں آ گیا۔

جب اس مکان میں رہتے ہوئے عنبر کو چھ سات روز ہو گئے تو ایک روز عنبر نے روشن نوجوان سے کہا:

"دوست! اب میں ناگ اور ماریا کی تلاش میں نکلنا چاہتا ہوں اور تم سے جدا ہوتا ہوں۔"

روشن نوجوان نے مسکرا کر عنبر کی طرف دیکھا اور کہا:

"تو پھر تم ایسا کرنا کہ آج رات جب چاند نکلے تو جنگل میں جا کر اپنی انگوٹھی کو رگڑنا اور پھر جو تم چاہتے ہو وہی تمہیں مل جائے گا۔"

اس کے بعد روشن نوجوان نے آنکھیں بند کر لیں اور خدا کی عبادت کرنے لگا۔ عنبر سمجھ گیا کہ اب اس سے کوئی بات نہیں کرنی چاہیے۔ وہ جھونپڑی سے اٹھا اور ندی کنارے چلتا جنگل کی سیر کرنے لگا۔ شام کو وہ واپس آیا تو روشن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نوجوان لکڑیاں کاٹ رہا تھا اور اس کی ماں روٹیاں پکا رہی تھی۔ اس نے عنبر کی طرف دیکھے بغیر کہا:

"میرے دوست! چاند نکلنے والا ہے۔ تمہیں اب جنگل میں جا کر چاند کے نکلنے کا انتظار کرنا ہوگا۔"

عنبر کا دل کہہ رہا تھا کہ اب اس نوجوان سے شاید ہمیشہ کے لیے بچھڑنے کا وقت آ گیا ہے۔ کیوں کہ پھر جانے کب ملاقات ہو اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ پھر کبھی ملاقات نہ ہو۔ عنبر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آگے بڑھا۔ اس نے روشن نوجوان کا ماتھا چوم کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا:

"میرے دوست! تم اللہ کے نیک بندے ہو میرے لیے دعا کرتے رہنا۔"

پھر عنبر نے والدہ کے آگے جھک کر سلام کیا اور کہا:

"اماں! تمہیں دیکھ کر مجھے میری ماں یاد آتی ہے میں تمہاری کوئی خدمت نہیں کر سکا۔ مجھے معاف کر دینا۔"

بوڑھی عورت نے عنبر کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا:

"خدا تمہارا نگہبان ہو میرے بچے۔"

روشن نوجوان نے کہا:

"عنبر! چاند نکلنے والا ہے۔"

عنبر خاموشی سے جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ روشن نوجوان مسکراتے ہوئے لکڑیاں کاٹنے میں مشغول ہو گیا۔

جنگل میں عنبر ایک چٹان کے پاس کھڑا ہو گیا تھوڑی دیر میں چاند نکل آیا۔ اس کی روشنی سارے جنگل میں پھیل گئی۔ عنبر نے انگوٹھی کے نگینے کو چاندنی میں لا کر دیکھا۔ اس کو رگڑنے سے پہلے وہ سوچنے لگا کہ کاش یہاں اس بار ماریا اور ناگ موجود ہوں تاکہ وہ ان کے پاس پہنچ جائے۔ روشن نوجوان نے اسے بتا دیا تھا کہ اس انگوٹھی پر جو بھی منظر نظر آئے گا اس کو اسی منظر میں داخل ہونا ہو گا۔ ایسا نہیں ہو سکے گا کہ وہ جو خواہش کرے وہی منظر انگوٹھی پر آ جائے اور وہ اس میں داخل ہو جائے۔ عنبر کے لیے یہ ایک بڑی مصیبت بن گئی تھی۔ اب اسے ہر بار انگوٹھی رگڑنے کا خطرہ مول لینا پڑتا تھا۔ خدا جانے کب انگوٹھی پر وہ ناگ اور ماریا کو دیکھے گا۔

اس نے دل میں ناگ اور ماریا کا خیال کیا اور انگوٹھی کے نگینے کو ہاتھ سے رگڑا۔ انگوٹھی پر کچھ نہ ابھرا۔ عنبر نے اسے دوبارا رگڑا تو نگینے پر ٹیلی ویژن کی طرح کی لکیریں ابھرنے اور غائب ہونے لگیں۔ عنبر خاموشی سے انتظار

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کرنے لگا۔ دل میں دعا مانگ رہا تھا کہ یا خدا ناگ اور ماریا نظر آ جائیں۔

لکیریں غائب ہو گئیں اور کیا دیکھتا ہے کہ پرانے زمانے کے ایک شہر کا بازار ہے۔ دکانوں پر چیزیں لگی ہیں مگر دکاندار نظر نہیں آ رہے۔ گھروں کے دروازے کھلے ہیں مگر نہ کوئی آدمی بازار میں نظر آتا ہے اور نہ گھروں سے کسی کی آواز آتی ہے۔ عنبر نے جھٹ انگوٹھی والا ہاتھ جیب میں چھپا کر کہا:

"خدا کے لیے میں ایسے آسیبی بازار میں نہیں جاؤں گا۔"

مگر یہ بات اس کے اختیار میں نہیں تھی۔ اس نے انگوٹھی کو رگڑ دیا تھا۔ انگوٹھی کی مرضی کے مطابق ایک منظر نگینے پر ظاہر ہو گیا تھا اور اب اسے اس میں جانا ہی تھا۔ عنبر کی آنکھوں کے پپوٹے بھاری ہونے لگے۔ اس نے پوری طرح سے آنکھیں کھول دیں۔

"میں نہیں جاؤں گا۔ کم بخت انگوٹھی کے نگینے! مجھے اگر لے جانا ہے تو ناگ ماریا کے پاس لے چل۔ یہ تو مجھے کہاں گھسیٹ رہا ہے؟"

عنبر کی آنکھوں کے پپوٹے اپنے آپ آنکھوں پر گر پڑے جس طرح دکانوں کے لوہے کے شٹر والے دروازے

گرتے ہیں اور اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اس نے آنکھوں کو کھولنے کی بے حد کوشش کی۔ پورا زور لگایا مگر اس کی آنکھ ذرا سی بھی نہ کھل سکی۔ اس کے بعد اسے جھٹکا لگا اور وہ ہوا میں اوپر اچھل گیا۔ پھر نیچے گرتا چلا گیا۔ جب اس کے پاؤں زمین پر لگے تو اس کی آنکھیں اپنے آپ کھل گئیں۔

عنبر نے چاروں طرف دیکھا۔ دن کی روشنی میں وہ اسی انگوٹھی کے نگینے والے بازار میں اکیلا کھڑا تھا۔ اس نے انگوٹھی کو برا بھلا کہا۔ چاہا کہ اسے پھینک دے مگر کیا کرتا۔ پھر خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کبھی یہ مجھے ناگ ماریا کے پاس لے جائے۔ اس نے انگوٹھی کو پھینکنے کا ارادہ بدل لیا۔ اب اس نے غور سے بازار کی ایک ایک چیز کو دیکھا۔ وہ ایک ایک دکان کے پاس گیا۔ دکانوں میں سودا اسی طرح لگا تھا۔ دودھ بیچنے والے کی دکان میں بھٹی پر کڑاہی رکھی تھی۔ اور اس میں دودھ ابل رہا تھا مگر دکان دار غائب تھا۔ گاہک بھی کوئی نہیں تھا۔ سارا بازار ویران سنسان پڑا تھا۔

عنبر نے ایک گھر کے کھلے دروازے میں سے جھانک کر دیکھا۔ اندر ڈیوڑھی میں ایک بکری کی زنجیر پڑی تھی اور بکری غائب تھی۔ باورچی خانے میں چولہے پر ہنڈیا میں چاول

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اُبل رہے تھے مگر کوئی انسان، کوئی عورت، کوئی بچہ وہاں نظر نہیں آ رہا تھا۔ سارے مکان میں سناٹا چھایا ہوا تھا عنبر سارے شہر میں گھوم گیا۔ سارے بازاروں کی دکانیں کھلی تھیں مگر دکان دار غائب تھے۔ مکانوں میں دستر خوان پر کھانے سجے ہوئے تھے مگر گھر والے غائب تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ شہر کے سارے لوگ کھانے کے وقت اچانک کسی مصیبت کا شکار ہو کر وہاں سے بھاگ گئے ہیں۔ وہ اس معمے کے بارے میں سوچتا ہوا شہر کے دروازے میں آ گیا۔ شہر کا دروازہ کھلا تھا۔ یہاں بھی کوئی پہرے دار نہیں تھا۔ پہرے دار کا نیزہ اور تلوار لکڑی کی کرسی پر پڑی تھی۔

عنبر شہر سے باہر آ گیا۔ یہاں بھی اس نے کھیتوں میں ہل پڑے ہوئے دیکھے۔ ہلوں کے آگے جُتے ہوئے بیل اور ان کو چلانے والے کسان غائب تھے۔ یا خدا! اس شہر کے لوگ کہاں غائب ہو گئے ہیں؟ ان کے ساتھ کیا حادثہ گذرا ہے؟ وہ یہی سوچتا ہوا کھیتوں میں سے نکل کر ایک چھوٹے سے ٹیلے کے پاس آ کر ایک جگہ اینٹوں کے بنے ہوئے پرانے چبوترے پر آ کر بیٹھ گیا۔ وہیں بیٹھے اور سوچتے ہوئے جب شام ہونے لگی تو عنبر اٹھ کر ایک بار پھر شہر کی طرف چلا کہ شاید اب وہاں کوئی انسان نظر پڑ جائے۔

وہ شہر میں داخل ہونے کے بعد ایک تنگ گلی میں سے گذر رہا تھا جس کے اوپر چھت پڑی ہوئی تھی۔ اس گلی میں ہلکا ہلکا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ عنبر نے گلی کا موڑ گھومتے ہوئے ایک انسانی سائے کو ایک حویلی میں داخل ہوتے دیکھا۔ عنبر ذرا ٹھٹھکا کہ یا خدا اس بے آباد قبرستان ایسے شہر میں یہ انسانی سایہ کہاں سے آ گیا؟ وہ اس گتھی کو سلجھانے کے لیے اس حویلی کی طرف بڑھا۔ حویلی کا آدھا دروازہ بند تھا اور آدھا کھلا تھا۔ عنبر نے اندر جھانک کر دیکھا۔ ڈیوڑھی میں اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ لیکن اس اندھیرے میں بھی اس نے ایک کمرے کے روشن دان میں سے چراغ کی دھیمی سی روشنی نکلتی دیکھی۔ عنبر بڑی خاموشی کے ساتھ دبے پاؤں ڈیوڑھی میں داخل ہو گیا اور دیکھا کہ ایک کمرے کا محرابی دروازہ بند ہے اور اس کے اوپر اونچائی پر ایک روشندان میں سے نارنجی رنگ کی روشنی نکل رہی ہے۔ پھر اچانک روشنی کا رنگ سرخ ہو گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد سرخ رنگ پھر مدھم مدھم پھیکی سی روشنی میں بدل گیا۔ عنبر حیران تھا کہ یہ ماجرا کیا ہے۔

اسے گلی میں کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ کوئی شخص حویلی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ عنبر اندھیرے میں پیچھے ہٹ کر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ ایک سیاہ پوش

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سایہ جو سیاہ لبادے میں سر سے پاؤں تک چھپا ہوا تھا ڈیوڑھی میں داخل ہوا۔ کمرے کے محرابی دروازے کے پاس آ کر اس نے دستک دی۔ اندر سے آواز آئی:

"اپنا نام بتاؤ۔"

سیاہ پوش سائے نے کہا:

"الو دودھ پیتا ہے۔"

یہ کوڈ لفظ تھا۔ اس کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا اور وہ سیاہ پوش سایہ اندر داخل ہو گیا۔ دروازہ پھر بند ہو گیا۔ عنبر نے سوچا کہ کسی طرح اندر چل کر دیکھا جائے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے اور جب اس چھوٹے سے شہر کے سارے لوگ غائب ہو گئے ہیں تو یہ لوگ کس طرح زندہ ہیں۔ وہ ابھی اندر جانے کی ترکیبیں ہی سوچ رہا تھا کہ گلی میں ایک بار پھر قدموں کی چاپ سنائی دی۔ عنبر کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی طرح چمکا۔ وہ بھاگ کر ڈیوڑھی میں آ کر دیوار کے ساتھ لگ کر چھپ گیا۔ یہ بھی ایک سیاہ پوش آدمی تھا جو دروازے میں سے ڈیوڑھی میں داخل ہوا۔ عنبر نے سانس روک لیا۔ جب وہ اس کے قریب سے گذرا تو عنبر نے اس کی گردن پر زور سے ایک مکا مارا۔ سیاہ پوش آدمی لڑکھڑا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ عنبر نے اسے کھینچ کر ڈیوڑھی میں ہی بنی ہوئی ایک

کوٹھڑی میں پھینک کر اس کا سیاہ لبادہ اتارا کر اندھیرے میں اسے دیکھا۔ وہ ایک عام انسان تھا مگر اس کے ماتھے پر الو کا سیاہ نشان بنا ہوا تھا۔ عنبر نے اس کے ہاتھ پیر جکڑ دیئے اور منہ میں اس کی قمیض پھاڑ کر کپڑا ٹھونس دیا۔ اس کے بعد اس کا سیاہ لباس خود پہنا اور دروازے پر آ کر دستک دی۔

"نام بتاؤ۔" اندر سے آواز آئی۔

عنبر نے کہا:

"الو دودھ پیتا ہے۔"

دروازہ کھل گیا۔ عنبر اندر داخل ہو گیا۔ دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔ عنبر نے دیکھا کہ بیس پچیس سیاہ پوش آدمی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑے ہیں۔ ایک سیاہ پوش اونچا لمبا انسان سامنے ایک کالی آرام کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے عنبر کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"یا غول! تم دیر سے آئے۔ چلو قطار میں کھڑے ہو جاؤ۔"

عنبر جلدی سے قطار میں دوسرے سیاہ پوش آدمیوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ سیاہ پوشوں کے سردار نے کرسی پر سے اٹھتے ہوئے کہا:

"ہمارے سارے ساتھی آ گئے ہیں۔ اب ہمیں اپنا دوسرا مشن شروع کرنا ہو گا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پھر اس نے دونوں ہاتھ چھت کی طرف اٹھائے اور کہا:

"اے دیوی روشنک! تمہاری مدد سے ہم نے اس چھوٹے سے شہر کے سارے مسلمانوں کو تیرے طلسماتی یاقوت کی مدد سے پہاڑ کے اندر غاروں میں بند کر دیا ہے تھوڑی دیر بعد ہم تیرے پالے ہوئے اژدہوں کی سرنگ کا منہ کھول دیں گے اور اژدہے ان قید مسلمانوں کو ایک ایک کر کے کھانا شروع کر دیں گے اور یہ سارے مسلمان بہت جلد اژدہوں کے پیٹ میں چلے جائیں گے۔ اے دیوی روشنک! ہمیں طاقت دے کہ اب ہم دوسرے شہر کے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے جائیں"

پھر اس نے قطار کی طرف دیکھا اور چل کر قریب آگیا۔ عنبر قطار میں پہلا سیاہ پوش تھا۔

سردار نے عنبر کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"او شر آ جاؤ"

عنبر سمجھ گیا کہ ان کا بھید کھل گیا ہے اور اب وہ ان سیاہ پوشوں کا بھید معلوم نہ کر سکے گا [illegible] پتہ نہیں [illegible] گے ہا۔ اس شہر کے مسلمان کس [illegible] ہوں [illegible] لیکن اس کا خیال غلط تھا۔

سردار نے چار پانچ آدمی چھوڑ کر ایک اور سیاہ پوش کی

طرف انگلی اٹھا کر کہا:

"تم بھی آ جاؤ"

وہ سیاہ پوش بھی قطار میں سے نکل کر عنبر کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

سردار نے ان دونوں کی طرف مڑ کر کہا:

"یاغول اور خاکول! میں نے تم دونوں کو اس لیے چنا ہے کہ تم دونوں سمجھ دار اور بہادر ہو۔ ہمارا دوسرا خونی مشن شروع ہونے والا ہے۔ اور ہم یہاں سے پچاس میل جنوب میں دریا کنارے آباد مسلمانوں کے دوسرے شہر کی طرف جا رہے ہیں تاکہ ان کو ہلاک کرنے کا بھی انتظام کیا جائے۔ تم دونوں شہر سے باہر والے پہاڑ میں جا کر اژدہوں کی سرنگ کا منہ کھول دو تاکہ اژدہا قیدی مسلمانوں کو ہڑپ کرنا شروع کر دیں"

خاکول نے سر جھکایا۔ اسے دیکھ کر عنبر نے بھی سر جھکا دیا۔ سردار نے عنبر کی طرف گھور کر دیکھا اور اس کے نقاب پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"یاغول! تم نے سر جھکانے میں دیر کیوں کی؟"

عنبر نے گردن پر ہاتھ رکھا اور کہا:

"گردن ... درد ..."

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اوہ —" سردار بولا: "کوئی بات نہیں۔ مگر میں نہیں چاہتا کہ تمہاری گردن کی درد تمہاری راہ میں رکاوٹ بنے۔ اپنا کام فوراً جا کر کرو اور پھر اس کے بعد دوسرے شہر کے باہر چٹانوں کے نیچے والی سرنگوں میں ہمارے ساتھ آ کر شامل ہو جاؤ، جاؤ وقت کم ہے۔"

خاکول سیاہ پوش اور عنبر آگے پیچھے کمرے سے نکل کر ڈیوڑھی اور پھر گلی میں آ گئے۔ ایک مکان میں دو گھوڑے بندھے تھے۔ گھوڑوں کو باہر نکال کر وہ اُن پر سوار ہوئے اور شہر سے باہر نکل کر رات کے پھیلتے ہوئے ہلکے ہلکے اندھیرے میں اس پہاڑ کی طرف روانہ ہوئے جس کے نیچے غاروں میں شہر کے مسلمانوں کو قید میں ڈالا ہوا تھا۔ عنبر نے راستے میں خاکول سے کوئی بات نہ کی۔ وہ بھی خاموش رہا۔ دونوں پہاڑ کے دامن میں آ کر ایک جگہ رک گئے۔ یہاں کیکر اور ببول کی جھاڑیوں کے درمیان ایک خفیہ راستہ غار کے اندر جاتا تھا۔

عنبر نے پوچھا:

"یہ مسلمان ان غاروں میں قید ہیں؟"

"ہاں —" خاکول نے کہا۔

پھر وہ ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا اور بولا:

"تمہاری آواز یاغول کی آواز نہیں ہے۔ تم کون ہو۔"

عنبر نے کہا:

"میں — میں یاغول ہی ہوں دوست!"

خاکول بولا:

"اگر تم یاغول ہو تو اپنا خفیہ نام بتاؤ۔"

عنبر نے جھٹ کہا:

"الّو دودھ پیتا ہے۔"

"یہ خفیہ اشارہ ہے۔ تمہارا خفیہ نام کیا ہے؟"

عنبر بولا:

"یار بھول گیا ہوں۔"

"تم کون ہو؟"

اور یہ کہہ کر خاکول نے عنبر کے چہرے سے نقاب کھینچ لیا اور موم بتی کی روشنی میں جب اسے ایک اور ہی اجنبی چہرہ نظر آیا تو اس نے موم بتی پھینک کر تلوار کھینچی اور بڑی ہی پھرتی سے عنبر کے شانے پر تلوار کا بھرپور ہاتھ مار دیا۔ عنبر نے ایسی پھرتی آج تک کسی تلوار باز میں نہیں دیکھی تھی۔ عنبر کا خیر کیا بگڑنا تھا مگر خاکول کی تلوار دو ٹکڑے ہو گئی۔ وہ بھونچکا سا ہو کر پیچھے ہٹا اور اس نے خنجر نکال لیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے کہا:

"الو دودھ پیئے چاہے نہ پیئے مگر ثابت ہو گیا ہے کہ تم الو ضرور ہو۔ دیکھ چکے ہو کر تمہارے وار کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا پھر بھی باز نہیں آتے؟"

خاکول نے دانت پیس کر کہا:

"تم کون ہو؟"

عنبر نے کہا:

"تمہارا والد صاحب!"

خاکول نے خنجر عنبر کے سینے پر مارا۔ اس نے غصے میں آکر پوری طاقت سے خنجر مارا تھا مگر بھلا وہاں کیا ہونا تھا۔ خنجر بھی ٹوٹ گیا عنبر نے آگے بڑھ کر خاکول کی گردن دبوچ لی اور ذرا سا دبایا۔ خاکول کی آنکھیں اور زبان باہر کو نکل آئیں۔ عنبر نے ذرا ہاتھ ڈھیلا کیا اور پوچھا:

"تم مسلمانوں کو کیوں مار رہے ہو؟"

خاکول نے کھڑکھڑاتی آواز میں کہا:

"دیوی روشنک کے طلسمی زمرد کا حکم ہے۔"

"دیوی روشنک کے زمرد کا کیا راز ہے؟"

خاکول نے کہا:

"نہیں بتاؤں گا۔"

عنبر نے اس کی گردن کو تھوڑا اور دبایا۔ مگر خاکول خاموش رہا۔ عنبر نے گردن کچھ اور دبائی خاکول کچھ نہ بولا۔ عنبر نے اس سے راز اگلوانے کی بہت کوشش کی مگر وہ مر گیا اور روشنک دیوی کے زمرد کا راز فاش نہ کیا۔ عنبر نے اس کی لاش وہیں پھینکی اور اژدہوں کی سرنگ کی طرف چلا کہ پہلے ان کا کام تمام کیا جائے۔ غار میں کافی آگے جا کر ایک جگہ عنبر کو اژدہوں کی خاص بو آئی۔ وہ اس طرف لپکا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں اژدہے قیدی مسلمانوں پر سرنگ کا منہ توڑ کر حملہ نہ کر دیں۔ ایک جگہ اسے پتھروں کے پیچھے سے اژدہوں کی پھنکاریں سنائی دیں۔ عنبر نے پتھر اکھاڑ دیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک سرنگ ہے جس میں دس بارہ اژدہا بڑے بڑے منہ اوپر اٹھائے پھنکاریں مار رہے ہیں اور ان کے جبڑوں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔

عنبر نے فوراً سانپوں کی زبان میں انہیں مخاطب کیا:

"میں ناگ دیوتا کا بھائی ہوں۔"

اژدہا ایک دم خاموش ہو گئے۔ ان کے جبڑوں سے نکلتے شعلے بجھ گئے۔ اب انہوں نے بھی ناگ دیوتا کی بو محسوس کر لی تھی۔ سب سے بڑا ثبوت یہ تھا کہ ایک انسان نے اژدہوں کو سانپوں کی زبان میں مخاطب کیا تھا جو سوائے ایسے انسان کے جو خود سانپ ہو اور کوئی دوسرا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

انسان نہیں جانتا تھا۔

عنبر نے کہا:

"میں تمہیں ناگ دیوتا کی طرف سے حکم دیتا ہوں کہ اس پہاڑ کے تمام غاروں کے منہ توڑ کر جتنے شہر کے مسلمان قید ہیں انہیں آزاد کر دو۔"

اژدہوں نے کہا:

"ایسا ہی ہو گا۔"

عنبر غار میں سے باہر نکل کر پہاڑ پر کھڑا ہو گیا۔ اس نے تھوڑی ہی دیر بعد دیکھا کہ پہاڑ کے نیچے چاروں طرف سے لوگوں کے ہجوم خوشیاں مناتے خوشی خوشی شہر کی طرف اپنے گھروں کو بھاگے جا رہے ہیں۔ ان میں بچے بھی تھے۔ بوڑھے بھی تھے۔ عورتیں بھی تھیں۔ اور جوان مرد بھی تھے۔ اس کام سے فارغ ہو کر عنبر پہاڑ سے اترا اور گھوڑے پر سوار ہو کر دوسرے شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ کیونکہ سیاہ پوشوں کے سردار کا حملہ اب اس شہر کے مسلمانوں پر ہونے والا تھا۔ دیوی رودشنک کے طلسماتی زمرد کی مدد سے اب وہ دوسرے شہر کے مسلمانوں کو ختم کرنے والا تھا۔

عنبر نے سیاہ لبادہ پہن رکھا تھا اور وہ بڑی تیزی سے گھوڑا دوڑاتا دوسرے شہر کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم

تھا کہ سیاہ پوش سردار دیوی رودشنک کے طلسماتی زمرد کی مدد سے دوسرے شہر کے مسلمانوں پر جادو کر کے انہیں اس کی کشش سے کھینچ کر چٹانوں کے غاروں میں لے جائے گا اور پھر انہیں اژدہوں کی خوراک بنا دے گا اور یا اگر وہاں کوئی دریا یا سمندر قریب ہوا تو انہیں اس میں غرق کر دے گا۔ رات بڑی تاریک تھی۔ عنبر اس تاریکی میں گھوڑا دوڑائے چلا جا رہا تھا۔

○

- دیوی رودشنک کے طلسماتی زمرد کا راز کیا تھا؟
- عنبر یہاں سے کیسے نکلا؟
- اور وہ ناگ ماریا اور خلائی لڑکی کیٹی سے کہاں ملا؟
- ماتری دیوی کی مالا کا معمہ کیا تھا؟
- لاہور کا لڑکا امجد عنبر ناگ ماریا سے کیسے ملا؟

یہ آپ عنبر ناگ ماریا کی واپسی کی اگلی قسط نمبر ۱ میں پڑھیں گے جس کا نام "عنبر کا سر کٹ گیا" ہے۔